حالم (نمرہ احمد)

انیسواں باب:

''ساکوراہانامی''

"The Viewing of Cherry Blossom Season

اس نے دیکھا..

وہ گھاس پہ نصب بنچ پہ بیٹھا ہے...

سڑک کنارے دور تک چیری بلاسم کے درختوں کی قطار ہے...

اور وہ گلابی نرم پھولوں سے لدے ہیں....

نیچے گھاس پہ بھی گلابی پنکھڑیوں کی تہہ بچھی ہے...

سامنے ایک جاپانی بچہ باپ کی انگلی پکڑے چل رہا ہے....اس کے ہاتھ میں کاٹن کینڈی ہے جس کی اسٹک کو وہ گھمار ہا ہے....اس کے جوگرز سے چلتے وقت گھنگھرو سے چھنکنے کی آواز آتی ہے...

وہ اس کے ساتھ بنچ پہ آ کے بیٹھتی ہے تو وہ چونکتا ہے۔

بنچ پہ رکھی کافی اٹھانے لگتا ہے جو چھلک جاتی ہے...گرم مائع گھاس پہ گرے ایک پھول کو داغدار کر دیتا ہے...

اسی پل بنچ کے پیچھے کھڑا چیری بلاسم کا درخت ہوا کے جھونکے کے ساتھ ڈھیروں پھول ان دونوں پہ گرا دیتا ہے...

کچھ پھول اس کے کوٹ پہ گرتے ہیں اور کچھ عصرہ کے بالوں پہ.....

☆☆=========☆☆

عصرہ بنتِ محمود کی موت سے دو روز قبل۔

بی این کے چیئر مین آفس کی کھڑکیوں کے بلائنڈز ہٹے تھے اور اندر سرما کی دھوپ پھیلی تھی۔ کنٹرول چیئر پہ وان فاتح آگے کو ہوئے بیٹھا' ایک فائل کے صفحے پلٹ رہا تھا۔ آنکھوں پہ چشمہ لگائے' وہ جیل سے بال دائیں طرف جمائے' سرمئی سوٹ میں ملبوس کام میں مصروف نظر آتا تھا جب دروازہ دستک کے بعد کھلا۔ فاتح نے عینک کے اوپر سے صرف نگاہ اٹھا کے دیکھا۔

اس کی سیکرٹری ایک فولڈر اٹھائے اندر آئی تھی۔

''سر..... میں آپ کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی مگر آپ نے نمبر بدل لیا ہے تو آپ کے دوست ڈاکٹر.....(فولڈر سے نام پڑھا) ڈاکٹر دین جمال کی مجھے کئی دفعہ کال آئی ہے۔ ان کو آپ کا نیا نمبر دے دوں؟''

''ہاں دے دو۔ بلکہ اسے کال بیک کر کے مجھے ملا دو۔'' میز پہ رکھے فون کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سر ہلا کے مڑی تو فاتح بولا۔

''تالیہ کی کال تو نہیں آئی؟''

''تالیہ مراد؟ نہیں سر۔''

''اگر آئے تو اس کو میرا نیا نمبر دے دینا۔'' تاکید کی تو وہ سر کو اثبات میں خم دے کر مڑ گئی۔

فون کی گھنٹی بجی تو فاتح نے عینک اتاری اور ریسیور کان سے لگایا۔

''میں تمہیں کال کرنے کا سوچ ہی رہا تھا۔ تم نے مجھ سے میڈیکل سائنس کے معجزے کا وعدہ کیا تھا۔'' وہ اب کرسی پہ پیچھے کو ہو بیٹھا مسکرا کے کہہ رہا تھا۔

''اور میں اپنے وعدے اور دعوے پہ قائم ہوں۔ میں نے تمام پروسیجر کی تیاری کر لی ہے۔ تمہارے ہرے سگنل کا انتظار ہے۔''

''تم کہہ رہے ہو کہ میری اس ایک رات کی یادداشت واپس آ سکتی ہے؟'' وہ گہری سانس خارج کر کے مسکرایا۔

''ہاں البتہ.....'' وہ ہچکچایا۔ ''یہ عمل خطرناک بھی ہو سکتا ہے اور.....''

''بے فکر رہو۔ میں ہر طرح کا consent فارم سائن کر دوں گا۔''

وہ جانتا تھا کہ ہر ڈاکٹر کی طرح اس کا سب سے بڑا خدشہ یہی ہو سکتا تھا۔

''میرے لئے وہ رات بہت اہم ہے اور اس کو واپس لانے کے لئے میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔''

''فاتح!'' ڈاکٹر دین نے گہری سانس لی۔ ''اس عمل کو صرف اپنے سکون اور ذہنی تشفی کے لیے کرو۔ اس کو ایک محبت کے شکار مرد کی طرح نہ کرو۔ اگر وہ لڑکی تمہاری زندگی سے چلی گئی ہے اور تمہیں کال تک نہیں کر رہی تو وہ اس رات کو یاد کرنے سے تمہیں واپس نہیں مل جائے گی۔''

فاتح کو اس کی بات اچھی نہیں لگی تھی۔ اس نے کچھ کہے بغیر فون رکھ دیا۔ پھر وہ دوبارہ فائل نہ اٹھا سکا۔ بلکہ کافی منگوائی اور کرسی کا رخ کھڑکی کی طرف موڑ لیا اور باہر پھیلی سرما کی دھوپ دیکھنے لگا۔

''سر.... ڈاکٹر دین نے آج سہ پہر کا وقت فائنل کیا ہے۔ ٹھیک ہے؟'' سیکرٹری کارمن کی آواز عقب میں سنائی دی۔ اور کانچ کی پرچ پیالی کے میز کی سطح پہ رکھے جانے کی۔

''ہاں دے دو۔'' ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھے چیئر مین نے باہر جھانکتے ہوئے ناک سے مکھی اڑائی۔ اس کے ماتھے پہ بل سے پڑ گئے تھے۔

''کچھ اور جو میں کر سکوں' سر؟'' اس کو الجھن میں دیکھ کے کارمن نے پوچھا۔ وہ گول چہرے اور سفید رنگت والی چینی لڑکی تھی جو گلابی لپ اسٹک کے ساتھ گلابی اور سفید رنگ کا اسکرٹ بلاؤز پہنے ہوئے تھی۔

''محبت کا شکار آدمی کیسا ہوتا ہے؟'' رک کے اضافہ کیا۔ ''تمہارے نزدیک۔''

''محبت' محبت میں فرق ہوتا ہے سر۔ اس کو اکثر لوگ سمجھ ہی نہیں پاتے۔''

اس کی بات پہ وہ ہلکا سا مسکرایا اور کرسی کا رخ اس کی طرف موڑا۔ جیسے استاد کو کسی نئے شاگرد کی اپنے قد سے اونچی بات نے محظوظ کیا ہے۔ ''مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنی آرٹسٹک ہو۔ تم بی این میں کیا کر رہی ہو؟''

کارمن نے افسوس سے گہری سانس خارج کی۔ ''یہی تو مسئلہ ہے' سر۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ سیاسی عہدوں پہ پہنچنے والے محبت کا شکار نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ کی نظر میں یہ جذبہ انسان کو کمزور بناتا ہے۔''

''کیا یہ درست نہیں ہے؟'' اس نے شانے اچکائے۔ ''جب تم میری عمر اور میرے تجربے کو پہنچو گی تو جانو گی کہ اس مقام پہ انسان کو کسی سے محبت نہیں ہو سکتی۔'' وہ سادگی سے کارمن کی آنکھوں کو دیکھ کے کہہ رہا تھا۔

''اس مقام پہ کیا ہو سکتا ہے پھر؟''

فاتح نے ہلکے سے شانے اچکائے۔ ''کوئی آپ کے لیے اہم بن سکتا ہے۔اس کی حفاظت اور خوشی اہم بن سکتی ہے۔اس کی فکر کرنا ترجیح ہوتا ہے۔ایک اچھی دوستی۔بس۔اس سے زیادہ نہیں۔''

''سر!'' وہ کھلے دل سے مسکرائی۔ ''تو محبت اس کے علاوہ ہوتی ہی کیا ہے؟''

وہ چند لمحے کچھ بول نہ سکا۔اسے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔

''میرے نزدیک محبت کا شکار آدمی وہ ہوتا ہے کارمن جو اندھا دھند کسی کے پیچھے بھاگ رہا ہو۔بے چین ہو۔باقی ساری دنیا سے غافل۔صرف ایک انسان کا حصول اس کا مقصد ہو۔''

''وہ جنون ہوتا ہے' سر۔اور جنون کا شکار لوگ محبوب کے حصول کے لیے ہر حد پار کر لینے کو محبت سمجھتے ہیں۔''

''اور محبت کیا یہی نہیں ہوتی؟''

''نہیں' سر۔محبت ایسی نہیں ہوتی۔وہ تو انسان کو بدل دیتی ہے۔اسے نرم بناتی ہے۔اسے دوسرے انسانوں کی قدر کرنا سکھاتی ہے۔انسان کو اچانک سے دنیا کی ہر شے میں خوبصورتی دکھائی دینے لگتی ہے۔پھولوں کے رنگوں میں۔بادلوں کی نرمی میں۔تب احساس ہوتا ہے کہ خدا نے سب کچھ کتنی محبت سے بنایا ہے۔''

''اور؟'' وہ دلچسپی سے چینی لڑکی کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔وہ سامنے کھڑی مسکرا کے بتا رہی تھی۔

''اور وہ محبت میں گرفتار دوسرے انسانوں کو پہچاننے لگتا ہے اور ان کے لیے خوش ہوتا ہے۔اور وہ ہر حد پار کرنا سیکھ جاتا ہے لیکن کسی کو پانے کے لیے نہیں.....بلکہ دوسرے کو آرام دینے کے لیے' اس کو خوش اور محفوظ رکھنے کے لیے۔محبت خود غرض نہیں ہوتی۔obssession خود غرض ہوتا ہے۔جنونی کو اپنے محبوب کی توجہ چاہیے ہوتی ہے۔ہر وقت۔محبت تو کیئرنگ ہوتی ہے۔صرف دوسرے کی فکر کرنے والی.....دوسرے کے لیے زندگی کو آسان بنانے والی.....''

''Girl....you are in love!'' وان فاتح نے مسکرا کے اسے دیکھتے ہوئے کافی کا کپ اٹھایا۔

اس نے جیسے فیصلہ سنایا تھا کارمن نے مسکرا کے ٹرے اٹھائی۔ ''میں نے کہا نا' صرف محبت میں گرفتار شخص ہی کسی دوسرے محبت کرنے والے کو پہچان سکتا ہے۔'' اور وہ واپس مڑ گئی۔فاتح کی مسکراہٹ مدھم پڑی۔ایک دم ساری فضا اداس ہو گئی تھی۔

اس نے فون اٹھایا اور کارمن سے کہا کہ وہ ڈاکٹر دین کا نمبر ملائے۔

''دین۔'' رابطہ ملنے پہ وہ قدرے سپاٹ انداز میں کہنے لگا۔ ''آئی ایم سوری مگر میں کسی سائنسی تجربے کا شکار نہیں ہونا چاہتا۔''

''مگر.....تم نے کہا تھا کہ تم اس رات کو یاد کرنا چاہتے ہو۔''

''اس سے کچھ نہیں بدلے گا۔ شاید چیزیں مزید خراب ہو جائیں۔ اس رات کو بھول جانے میں ہی عافیت ہے۔''

اس رات عرصے بعد اس نے عجیب سا خواب دیکھا۔

وہ پولیس اسٹیشن سے نکلتا ہے..... اس نے گردن میں کوئی بھاری لاکٹ پہن رکھا ہے۔ اس سے ایک سنہری پنکھ نکل کے اس کو راستہ دکھاتا اڑتا جا رہا ہے۔ وہ اس کے تعاقب میں قدم اٹھا رہا ہے۔ منظر دھندلا ہے مگر ایک چیز واضح ہے..... اس نے ایک سنا سا گلی کا موڑ مڑا ہے۔ یہ گلی جلال مسجد کے دائیں جانب ہے..... نیلی اینٹوں کی دیواریں..... باہر ایک ٹوٹا ہوا گملا..... وہ ایک گھر کے دروازے تک جاتا ہے.... وہاں سنہری پنکھ ڈور میٹ پہ گر جاتا ہے..... وہ نظریں اٹھا کے گھر کا نمبر دیکھتا ہے... دھندلی بصارت کے باوجود اسے آدھا نمبر نظر آ جاتا ہے.....

وہ چونک کے اٹھا تھا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ اس نے ہاتھ مار کے سائیڈ لیمپ جلایا تو مدھم سی روشنی پھیل گئی۔ عصرہ کروٹ لیے سو رہی تھی۔ فاتح اٹھ کے بیٹھا اور اپنی پیشانی چھوئی۔ اسے پسینہ آ رہا تھا۔ دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ یہ پہلی دفعہ تھا کہ اس رات کی کوئی ایسی یادداشت اس کے ذہن سے ٹکرائی تھی جس کا حقیقت سے تعلق لگتا تھا۔ باقی سب تو عجیب سے خواب تھے۔ جنگل میں تالیہ کے ساتھ.... کبھی قید خانے میں زخمی حالت میں موجود ہونا.... مگر یہ.... یہ جگہ یہ گلی وہ پہچانتا تھا۔ اگر وان فاتح اس رات کہیں گیا تھا تو وہ یہ گھر تھا۔

کسی معمول کی طرح وہ اٹھا اور بتی جلائی۔ جب تک عصرہ کی آنکھ کھلی وہ تیار کھڑا بیگ میں کپڑے ڈال رہا تھا۔ وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی۔

''تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟''

''ملاکہ۔'' وہ سر جھکائے اب والٹ میں اپنے کریڈٹ کارڈز جوڑ رہا تھا۔ عصرہ نے تعجب سے اسے دیکھا۔

''ایک دم وہاں جانے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟''

''ضروری کام ہے۔''

وہ تھکا ہوا بھی لگتا تھا جیسے کچی نیند سے جاگا ہو۔ بار بار گردن کو دائیں بائیں اسٹریچ کرتا تھا۔ عصرہ اٹھ بیٹھی اور چبھتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''وہاں تالیہ ہے کیا؟''

فاتح کے بیگ کی زپ چڑھاتے ہاتھ رکے۔ چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

''اگر ہے بھی تو؟'' اسے جیسے یہ بات ناگوار گزری تھی۔

''تم کب تک اس کے پیچھے بھاگتے رہو گے؟''

فاتح سیدھا کھڑا ہوا اور گہری سانس لی۔ جیسے غصہ آیا ہو مگر ضبط کر گیا ہو۔

''عصرہ.... میری زندگی تالیہ کے گرد نہیں گھومتی۔ میں اس سے ہٹ کے اپنے کام کے لئے بھی کہیں جا سکتا ہوں۔''

''اپنے دل سے پوچھو۔ اس کام کا تعلق بھی کہیں نہ کہیں تالیہ سے جڑا ہو گا۔'' اس کی فاتح پہ جمی آنکھوں میں گلابی نمی تیرنے لگی۔ ''ہمیں کیا ہو گیا ہے فاتح؟ ہمارے گھر کو کس کی نظر لگ گئی ہے؟''

وہ چند لمحے وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا' پھر کندھے ذرا سے اچکائے۔

''ہم ویسے ہی ہیں جیسے اتنے سالوں سے تھے۔ کیا بدلا ہے؟''

''ہاں اور اتنے سالوں سے ہم ایک مردہ زندگی ہی گزار رہے ہیں۔''

''میں جاؤں؟'' وہ ذہنی طور پہ کہیں اور الجھا تھا۔ بیگ اٹھائے بولا تو وہ بستر سے اتری اور ایک دم اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

''مجھے معلوم ہے تم اسے ڈھونڈنے جا رہے ہو۔ تم کب تک اس کے پیچھے جاتے رہو گے' فاتح۔''

''میں اپنے کام سے جا رہا ہوں' عصرہ۔'' اب کے اس نے تحمل سے کہا تھا۔ مگر عصرہ کی اس پہ جمی آنکھیں گیلی ہو رہی تھیں۔

''کیا نہیں ہے تمہارے پاس؟ بیوی' بچے..... اور بہت جلد حکومت بھی..... تم اس سب کو اس عورت کے لئے داؤ پہ لگا سکتے ہو؟''

''میں نے ایسا کیا کیا ہے جو مجھے یہ سب کھونا پڑے گا؟'' اس نے ماتھے کو چھوا۔

''تم آدھی رات کو اس کے پیچھے اچانک سے سب چھوڑ کے جانے لگو گے تو میں خوفزدہ ہوں گی' فاتح۔''

وان فاتح نے گہری سانس بھری اور افسوس سے اسے دیکھا۔ ''میں نے اپنی یہ زندگی (اطراف میں نگاہ دوڑائی) برسوں کی محنت سے بنائی ہے۔ میں اس زندگی کو نہ تالیہ کے لئے چھوڑوں گا' اور نہ ہی تمہارے لئے۔'' سختی سے کہا اور ابرو سے اسے ہٹنے کا اشارہ کیا۔ مگر وہ نہیں ہٹی۔ ضدی' گیلی آنکھوں سے اسے دیکھے گئی۔

''مت جاؤ۔ آج مت جاؤ۔ پلیز۔'' آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے گرنے لگے۔ ''میرے لئے آج یہ سارے کام ترک کر دو!''

''ہم ایک دوسرے کے لئے ایسی قربانیاں کب سے دینے لگے ہیں' عصرہ؟'' وہ زخمی انداز میں بولا تو عصرہ کے ماتھے پہ بل پڑے۔ گال سرخ دہکنے لگے۔

''میں نے تمہارے لئے قربانیاں دی ہیں۔ اپنا کیریئر چھوڑا ہے۔ تمہارے بچوں کو پالا ہے۔ تمہاری بہن کو پالا ہے۔ میں

نے تمہارے لئے کیا نہیں کیا؟''

''اور کیا میں نے تمہیں پارٹی کی نائب چیئر مین کا عہدہ نہیں دیا؟ گھر نہیں دیا۔عزت نہیں دی؟''

''تم نے مجھے محبت نہیں دی۔'' وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی تو فاتح نے گہری سانس لی۔

''وہ تو میں نے خود کو بھی عرصہ ہوا نہیں دی۔'' وہ ایک طرف سے نکلا اور آگے بڑھ گیا۔عصرہ نے بھیگی آنکھوں سے پلٹ کے اسے دیکھا۔

''اسے تو دی ہے۔نہ دی ہوتی تو روز تمہارے لئے وہ تحفے نہ بھیجتی۔''

''وہ کیک تالیہ نہیں بھیجتی۔'' وہ عام سے لہجے میں کہتا لاؤنج کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔عصرہ محمود کا سانس اور آنسو ایک ساتھ رکے۔وہ چونک کے پلٹی۔

''تمہیں کیسے معلوم؟''

وہ دروازے تک پہنچ کے رکا اور مڑ کے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔''وہ مجھ سے بات نہیں کر رہی....میری میلز کا جواب نہیں دے رہی....تو وہ مجھے ایسے کیکس کیوں بھیجے گی جبکہ اسے معلوم ہے کہ مجھے اتنا میٹھا نہیں پسند؟''

سادگی سے بتا کے وہ مڑ گیا۔اس کے گھر روز فینز اور دوستوں کی طرف سے تحائف آتے تھے۔زیادہ تر مفاد پرست عزیز و اقارب کی طرف سے ہوتے تھے۔اس کو پرواہ نہیں تھی کہ کوئی تالیہ کے نام سے کیک کیوں بھیجتا ہے۔اسے صرف ایک پہیلی کو حل کرنا تھا۔

اس رات وہ کس کے گھر گیا تھا؟

دروازہ بند ہونے کی آواز پہ عصرہ نے آنسو ہتھیلی کی پشت سے رگڑے۔اس کی رنگت سفید پڑنے لگی تھی۔

وہ چند دن قبل تالیہ کے منہ سے یہ اعتراف سن کے کہ وہ فاتح کی پہلی بیوی ہے اپنا سب کچھ کھو چکی تھی۔اور اسے لگا تھا کہ یہ سب آسان ہوگا جو وہ کرنے جا رہی ہے۔اور ایسا کرتے ہوئے اسے دکھ نہیں ہوگا۔

مگر وہ ہر روز فاتح کو نئے سرے سے کھوتی تھی۔

وہ جو بھی کر لے وہ اس کے ہاتھ سے پھسل جاتا تھا۔بلکہ اب تو سارا کھیل اس کے ہاتھ سے پھسل رہا تھا۔

وہ وہیں دیوار کے ساتھ نیچے بیٹھتی چلی گئی اور سر گھٹنوں پہ گرا لیا۔اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔شاید اسے یہ نہیں کرنا چاہیے۔شاید اسے کچھ اور کرنا چاہیے۔مگر اب شاید دیر ہو چکی تھی۔

ملاکہ ویسا ہی تھا جیسا وہ چھوڑ کے گیا تھا۔وہی سمندر کی وجہ سے فضا کا نم ہونا....وہی چائے خانوں کی خوشبو....وہی

بازاروں کا شور....وہ تنہا ڈرائیو کرتے ہوئے یہاں آیا تھا۔سیدھا اپنے گھر نہیں گیا۔اس کا رخ اس مسجد کی طرف تھا جو اس نے اس خواب میں دیکھی تھی۔

آگے کا راستہ آسان تھا۔وہ ان گلیوں سے شناسا تھا۔اس شہر میں اس کا بچپن گزرا تھا۔یہاں قریب ایک دکان تھی جہاں وہ بہت آیا کرتا تھا۔

کار ایک جگہ روک کے فاتح باہر نکلا تو عام دنوں سے مختلف نظر آتا تھا۔سیاہ پینٹ پہ سیاہ جیکٹ پہنے'اس کے بال ماتھے پہ بکھرے تھے اور متلاشی نظریں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔

اندھیر سڑک کو پولز کی روشنی نے منور کر رکھا تھا۔ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔وہ آگے قدم اٹھانے لگا۔

بہت عرصے بعد وہ اپنی سیکیورٹی ڈیٹیل کے بغیر یوں باہر نکلا تھا۔ملاکہ میں مجسمے کے اندر سے کتاب نکالنے والے دنوں کے بعد وہ یہاں نہیں آیا تھا۔ کے ایل کے شور ہنگامے سے دور یہ پرسکون شہر اس کے دل کو عجیب طرح سے کھینچتا تھا۔جانے کیا تھا جو اس شہر میں کھویا تھا۔کیا تھا جس کا گواہ سمندر کا پانی تھا اور آسمان تھا اور یہ راستے تھے....مگر صرف وہی نہیں جانتا تھا....

مطلوبہ دروازے پہ وہ رکا اور ڈور میٹ کو دیکھا۔آج وہاں کوئی سنہری پنکھ نہیں تھا۔باقی سب ویسا ہی تھا۔آدھی رات کو وہ کسی کے گھر دستک کیسے دے؟فجر کا انتظار کرے؟وہ سوچ ہی رہا تھا جب دروازہ کھل گیا۔فاتح نے تعجب سے ابرو اٹھائے۔

چوکھٹ میں ایک لمبی قمیص اور کرتنگ پہنے' کمر پہ کپڑا باندھے' چمکتی آنکھوں والا آدمی کھڑا تھا۔وہ جیسے اس کے انتظار میں تھا۔

''خوش آمدید'وان فاتح۔آج آپ کو کیا چیز میرے دروازے پہ دوبارہ کھینچ لے آئی؟''وہ مسکرا کے پوچھ رہا تھا۔

(دوبارہ؟) وان فاتح کے دل میں کچھ ڈوب کے ابھرا۔اس کو اس گمشدہ رات کا پہلا کلیو ملا تھا۔وہ واقعی اس گھر آیا تھا۔

''میں اندر آ سکتا ہوں کیا؟'' تیوری چڑھائے سپاٹ سے انداز میں پوچھا تو جادوگر نے راستہ دے دیا۔

اس گھر میں اگربتیوں کی عجیب سی مہک تھی۔جگہ جگہ موم بتیاں روشن تھیں۔جو ایک آدھ بلب جل رہے تھے وہ باہر سے نمک کے بنے تھے۔

''میں ایک دفعہ پہلے بھی یہاں آیا تھا۔''

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں فرشی نشست پہ آمنے سامنے بیٹھے تھے اور درمیان میں لکڑی کی چوکی نما نیچی میز تھی۔

''جی'وان فاتح۔آپ سولہ جولائی کی رات کو میرے پاس آئے تھے۔'' آدمی چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

فاتح نے جواب میں پہلے ایک طائرانہ نظر دیوار کی طرف دوڑائی جہاں مختلف شیلف بنے تھے اور ان میں بوتلیں رکھی

تھیں۔پھر اس آدمی کو دیکھا۔

''کون ہو تم؟اور تمہارے پاس میں کیوں آیا تھا؟''

''میں تالیہ کا ایک عزیز ہوں۔اس کے بچپن کا دوست اور آپ مجھے اس کے لئے ایک پیغام دینے آئے تھے۔آپ کو ڈر تھا کہ صبح تک آپ یہ بات بھول جائیں گے۔''

''تم کہہ رہے ہو کہ میں نے تمہیں تالیہ کے لئے کوئی پیغام دیا تھا؟''

آدمی نے سر اثبات میں ہلایا۔

''اور مجھے کیوں لگتا تھا کہ میں وہ بھول جاؤں گا؟''

آدمی نے لاعلمی سے کندھے اچکا دیے۔''میں نہیں جانتا۔''

چند لمحے کے لیے پر اسرار دیوان خانے میں خاموشی چھا گئی۔موم بتیاں قطرہ قطرہ پگھلتی رہیں۔اگر بتیاں سلگتی رہیں۔

''کیا پیغام دیا تھا میں نے؟''

جواباً اس آدمی نے چوکی پہ رکھا دستہ اٹھایا۔پہلے صفحے پہ قلم سے کچھ لکھا اور پھر صفحہ پھاڑ کے اس کی طرف بڑھا دیا۔فاتح نے اچنبھے سے اسے تھاما۔اس پہ چند ہندسے لکھے تھے۔

''ان نمبرز کا کیا مطلب ہے؟''

''اگر آپ چاہتے کہ میں اس پیغام کو سمجھ لوں تو کبھی اس کو ہندسوں کی صورت نہ لکھتے۔''

وہ چند لمحے کے لئے اس کاغذ کو دیکھتا رہا۔''دیٹس اِٹ؟''

''دیٹس اِٹ!''

''کیا تم نے اسے یہ پیغام دیا تھا؟''

''جی۔میں نے امانت پہنچائی تھی۔''اس آدمی کی چمکتی نظریں فاتح کے اندر تک دیکھ رہی تھیں۔اسے اس ماحول سے عجیب اکتاہٹ ہونے لگی تھی۔وہ یہاں نہیں بیٹھنا چاہتا تھا مگر ایک سوال ابھی اسے مزید پوچھنا تھا۔

''اس رات کیا ہوا تھا؟''

''میں آپ کی اس سے زیادہ مدد نہیں کر سکتا' وان فاتح۔''وہ اٹھ کھڑا ہوا۔گویا اسے صاف انداز میں جانے کو کہہ رہا ہو۔وہ باہر آیا تو گلی تاریک پڑی تھی۔ارد گرد مخروطی چھتوں والے گھر تھے اور سرمئی نیلی اینٹوں والی دیواریں تھیں۔

وہ اس چٹ کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔

''کیا آپ کو اس کی بات پہ یقین ہے؟''

آواز پہ وہ رکا۔آہستہ سے گردن موڑی تو سفید فراک والی بچی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔بہت دن بعد فاتح کھل کے مسکرایا تھا۔

''ہاں.....کیونکہ ایسا پیغام میں ہی لکھ سکتا ہوں۔تمہیں یاد ہے؟''

وہ دونوں اس ٹھنڈی رات میں ساتھ ساتھ قدم اٹھانے لگے۔

''جی ڈیڈ۔یہ شفٹ سائیفر ہے جس میں میں آپ کو پیغام لکھا کرتی تھی۔اور آپ کے کمرے میں چھپا دیتی تھی۔''

اتنے عرصے بعد اسے ایسی سکون آور تنہائی ملی تھی۔وہ سڑک کنارے ایک چوکی پہ بیٹھا اور موبائل نکالا۔اسکرین آن کی تو نیلی روشنی نے اس کا چہرہ منور کر دیا۔وہ اب ایک ایک ہندسے کے مطابق حروفِ تہجی موبائل میں لکھ رہا تھا۔پورا فقرہ مکمل ہوا تو اس نے ہر لفظ کو پہلے ایک ہندسہ پیچھے شفٹ کر کے دیکھا۔وہ مبہم رہا۔اس نے ایک حرف آگے شفٹ کیا تو یکدم پورا فقرہ ترتیب سے بنتا گیا۔

''اس کا قاتل اس کی پسندیدہ فیری ٹیل میں ہے۔''

وہ اچنبھے سے اس کاغذ کو دیکھ رہا تھا۔کسی لڑکی کی بات ہو رہی تھی۔وہ تالیہ کو کسی کے قاتل کے بارے میں بتا رہا تھا۔

''یہ کس کے بارے میں ہو سکتا ہے؟'' ساتھ بیٹھی آریانہ نے کندھے اچکائے اور چہرہ ہتھیلیوں کے پیالے میں گرا دیا۔

''کس کو فیری ٹیلز پسند تھیں' ڈیڈ؟''

''کیا مجھے اس رات کسی کے قتل کے بارے میں علم ہوا تھا اور میں تالیہ کو کچھ بتانا چاہتا تھا؟ اتنے مہینے تک تالیہ اس کے لئے کام کرتی رہی اور مگر اس نے ایک دفعہ بھی اس پیغام کا ذکر نہیں کیا۔کیوں؟''

اس کا ذہن ملا کہ جواب تلاش کرنے آیا تھا۔یہاں آ کے وہ مزید الجھ گیا تھا۔

سفید ہیئر بینڈ والی لڑکی ابھی تک اسے دیکھ رہی تھی۔''کس کو فیری ٹیلز پسند تھیں' ڈیڈ؟''

وہ چٹ اگلی صبح کے ایل میں اپنے آفس میں بیٹھے فاتح کی جیب میں مڑی تڑی حالت میں رکھی تھی۔وہ ایک کے بعد ایک میٹنگ اٹینڈ کرتا اور تیس سیکنڈ کے درمیانی وقفے میں اس چٹ کو نکال کے پڑھتا' پھر واپس رکھ دیتا۔کس کا قاتل؟ کون سی فیری ٹیل؟

جواب ایک ہی تھا جو بار بار وہ رد کر دیتا تھا۔

آریانہ کو فیری ٹیلز پسند تھیں اور وہ خود کو اسنو وائٹ سے تشبیہہ دیا کرتی تھی۔ایک دفعہ اس نے کہا تھا....اس کی زندگی کے

سارے کردار اسنو وائیٹ جیسے ہیں۔ وہ بادشاہ کی بیٹی ہے اور اس کی ایک سوتیلی ماں بھی ہے۔ ملکہ۔

''مگر تمہاری ماں ایول کوئین جیسی تھوڑی ہے؟'' وہ دونوں صوفے پہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب عصرہ مسکرا کے کہتے ان کے ساتھ آ کے بیٹھی۔ آریانہ پھیکی پڑ گئی۔

''ظاہر ہے' نہیں۔'' اسے تب لگا تھا کہ وہ شرمندہ ہوئی ہے۔ اس نے نظر انداز کیا تھا۔ وہ کیا کچھ نظر انداز کرتا آیا تھا؟

کارمن کافی دینے آئی تو اس نے اسے پکارا۔ ''تم نے اسنو وائیٹ پڑھی ہے' کارمن؟''

وہ سادہ سی لڑکی مسکرائی۔ ''کس نے نہیں پڑھ رکھی؟''

''اس میں اسنو کو کس نے مارا تھا؟'' اسے لگا وہ کچھ بھول رہا ہے۔

''اس کی سوتیلی ماں نے.... بادشاہ کی بیوی.... ملکہ بد نے....'' وہ رکی اور بولی۔ ''مگر ملکہ اس کو مارنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ اس نے جنگل میں اس کے لیے شکاری کو بھیجا تھا مگر.....''

''ہاں ٹھیک ہے۔ جاؤ۔'' وہ ہاتھ جھلا کے بولا اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔ وہ ایک دم پریشان نظر آنے لگا تھا۔

پہیلی عجب صورت اختیار کر گئی تھی۔ وہ اسے حل نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ابھی صبح دوپہر میں نہیں بدلی تھی جب عصرہ کا فون آنے لگا۔ ایک ڈیلیگیٹ ابھی آفس سے اٹھ کے گیا تھا۔ فاتح کے پاس پانچ منٹ تھے۔ اس نے گہری سانس لے کر فون کان سے لگایا۔

''کہو عصرہ۔''

''تم رات گھر نہیں آئے۔''

''میں ملاکہ رک گیا تھا۔ صبح فجر کے ساتھ واپس نکلا اور سیدھا آفس آ گیا۔''

''کل ہم نے جس نوٹ پہ بات ختم کی' تمہارے پاس اس کا اثر زائل کرنے کو دو منٹ بھی نہیں تھے؟''

وہ گھر نہ آنے کا شکوہ کر رہی تھی۔

''عصرہ میں جھگڑے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میری آج بیک ٹو بیک بہت سی میٹنگز ہیں' شام میں سیمینار ہے' اور....''

''کیا تم اس سے ملے؟'' اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

''کس سے؟'' وہ انجان بن گیا۔

''وہی جس کے تعاقب میں تم ملاکہ گئے تھے۔''

''نہیں۔ میں اس نہیں ملا۔'' اس نے کلائی کی گھڑی دیکھی۔ وقت کم تھا۔ اسے کانفرنس روم میں پہنچنا تھا۔

''فاتح.... کیا میں یہ ڈیزرو کرتی تھی؟ تمہارا یہ سرد رویہ' تمہاری بے وفائی؟''

''میں نے کبھی تم سے بے وفائی نہیں کی' عصرہ.... تم خود ہی اپنے شک کے ہاتھوں ہمارا تعلق برباد کر رہی ہو۔'' وہ کوٹ کا بٹن بند کرتے اٹھا۔ فون کان اور کندھے کے درمیان تھا۔

''شاید تم ٹھیک ہو۔ تم شروع سے ہی ایسے تھے۔'' وہ ایک دم غصے میں تیز تیز بولنے لگی تھی۔ وہ اس وقت درست نہیں لگ رہی تھی۔ ''وان فاتح کو کبھی بھی عصرہ محمود سے محبت نہیں تھی۔ فاتح کو صرف فاتح سے محبت ہے۔''

''تھینک یو۔ میں میٹنگ میں جا رہا ہوں اس لئے....'' وہ آفس سے باہر نکل آیا تھا۔

''یا تمہیں آریانہ سے محبت تھی۔ وہ گئی تو تم نے صرف اپنے بچوں سے محبت کی یا پھر تالیہ سے۔ میں تو کہیں بھی نہیں تھی۔'' وہ اس پہ ایک دم چلانے لگی تھی۔ وہ اس کے آواز پہ اکتانے کے بجائے پریشان ہو گیا تھا۔ شاید اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اسے ایک دم اپنی سرد مہری پہ افسوس ہوا۔

''عصرہ تم ٹھیک ہو؟ میں شام میں گھر آتا ہوں تو.....''

''کبھی میں سوچتی تھی کہ آریانہ نہ مرتی.... اس کو ہم اس روز چیئر لفٹ پہ نہ لے کر جاتے.... نہ وہ نینی اور اس کا شوہر اس کو اغوا کرتے اور نہ وہ مرتی.... تو ہماری زندگی مختلف ہوتی۔ تم ابھی بھی میرے ہوتے مگر نہیں۔'' وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''تم تب بھی اسی طرح مجھ سے بے وفائی کر جاتے' فاتح۔ تم تب بھی کسی تالیہ کو ڈھونڈ لیتے۔ ہمارا تعلق آریانہ کے جانے سے مردہ نہیں ہوا۔''

وہ وہیں کاریڈور میں کھڑا رہ گیا۔ بالکل ساکت۔ پتھر کا بت۔

''فاتح؟ سن رہے ہو؟ یا کال کاٹ دی ہے؟ فاتح؟'' وہ چلائی تھی۔

''تمہیں کیسے معلوم وہ آدمی نینی کا شوہر تھا؟''

ساری دنیا وہاں رک گئی تھی۔ اسی کاریڈور میں۔ ایسے لگتا تھا کہ آتے جاتے لوگ اپنی جگہوں پہ نمک کے مجسمے بن گئے ہوں۔

اور دوسری طرف عصرہ کا سانس بھی تھم گیا تھا۔

''کیا؟ کون؟'' اس کی آواز دھیمی ہوئی۔ پھر اس نے دوبارہ سے غصہ کرنے کی کوشش کی۔ ''میں تم سے تالیہ کی بات کر رہی ہوں اور تم....''

''نو نو۔ گو بیک۔ گو بیک۔'' وہ تیزی سے بولا۔ ''تم نے کہا نینی کا شوہر.... تمہیں کیسے معلوم وہ اس کا شوہر تھا؟''

''میں.... پتہ نہیں....'' وہ گنگ رہ گئی۔ ''پولیس رپورٹ میں تھا شاید....ظاہر ہے وہ اس کا شوہر' بوائے فرینڈ کچھ ہوگا' مگر....''

''پولیس رپورٹ میں اس آدمی کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ان دونوں کی لاشیں میں نے دیکھی تھیں صرف۔میں نے تو کسی کو نہیں بتایا تھا سوائے تمہارے۔اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس آدمی کا نینی سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ اور تم نے کہا تھا تم نہیں جانتیں۔''

''فاتح....تم کیا کہہ رہے ہو؟میں تو غصے میں مثال دیتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ....''

سامنے کھڑا اس کا چیف آف اسٹاف اسے میٹنگ کے لئے بلا رہا تھا۔وقت کم تھا۔

اس کا ذہن جیسے الفاظ کے سمندر کے بھنور میں گھوم رہا تھا۔

''عصرہ....میں تم سے فارغ ہو کے بات کرتا ہوں۔''اس نے فون رکھ دیا۔

کاریڈور میں اس کے اٹھتے اگلے قدم بھاری تھے۔بے حد بھاری۔وہ دھیرے دھیرے چل رہا تھا۔ساری دنیا اردگرد سلوموشن میں رواں دواں نظر آرہی تھی۔آوازیں بھاری ہو کے سنائی دے رہی تھیں۔ایسے میں چند الفاظ ذہن میں گونج رہے تھے۔

اس کا قاتل اس کی پسندیدہ فیری ٹیل میں ہے۔

کانفرنس روم کے دروازے پہ وہ اسے کھڑی نظر آئی تھی۔ہیئر بینڈ پہنے' اداس لڑکی جس کے سفید فراک پہ سامنے کو خون لگا تھا۔اس کی کنپٹی سے بھی خون بہہ رہا تھا اور وہ گلہ آمیز نظروں سے دروازے کے قریب آتے فاتح کو دیکھ رہی تھی۔

''ڈیڈ....آپ کو میری پسندیدہ فیری ٹیل کیسے بھول گئی؟ ہمیں الگ ہوئے کیا اتنے برس بیت گئے؟''

وہ سفید چہرے کے ساتھ اسے دیکھتا دروازہ کھول رہا تھا۔وہ باہر رہ گئی۔وہ اندر آ گیا۔مگر اس کا ذہن ابھی تک ماؤف سا تھا۔جیسے اس میں بہت شور برپا ہو۔

جیسے اس میں خوفناک سی خاموشی چھا گئی ہو۔

میٹنگ میں اشعر کچھ کہہ رہا تھا۔اپنی جگہ سے اٹھ کے' ہاتھ ہلا کے۔فاتح کو صرف اس کے لب ہلتے محسوس ہو رہے تھے۔وہ گال تلے انگلی جمائے اشعر کو دیکھ رہا تھا مگر نظریں اشعر کے پیچھے کھڑی آریانہ پہ جمی تھیں۔

وہ کانفرنس روم کے کونے میں کھڑی تھی۔اس کے سینے پہ لگے گھاؤ سے خون ابل ابل کے باہر گر رہا تھا اور وہ بھیگی آنکھوں سے فاتح کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا ہمیں بچھڑے اتنے برس بیت گئے تھے' ڈیڈ؟''

میٹنگ ختم ہوئی تو وہ ایک لفظ کہے بنا اٹھا اور باہر چلا گیا۔قدم اٹھا کہیں رہا تھا پڑ کہیں رہے تھے۔

کاریڈور میں لوگ ادھر ادھر جا رہے تھے۔فاتح نے چلتے چلتے جیب سے وہی پرچی نکالی اور اس کی سلوٹیں سیدھی کیں۔

اس کا قاتل اس کی پسندیدہ فیری ٹیل میں ہے۔''

کوئی اور ہوتا تو ایک لمحے میں سب واضح ہو جاتا مگر وہ فاتح تھا اور سامنے عصرہ تھی۔

ایک لمحے میں سب واضح نہیں ہو سکتا تھا۔

اس نے پرچی مروڑ کے جیب میں رکھ دی۔اسنو وائٹ کے لئے جلاد اس کی سوتیلی ماں نے بھیجا تھا مگر یہاں وہ اس بات کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔صرف ایک خیال ذہن کو مفلوج کر رہا تھا۔عصرہ نینی کے شوہر کے بارے میں کچھ جانتی تھی اور اس سے چھپا رہی تھی؟اتنا عرصہ؟

وہ آفس میں واپس آیا تو کارمن نے چوکھٹ سے جھانکا۔''سر ابھی دس منٹ میں آپ نے پارلیمان کے لئے نکلنا ہے اور....''

''آؤٹ!'' وہ کرسی کی طرف جاتے ہوئے دھاڑا تھا۔کارمن گڑبڑا کے پیچھے ہوئی اور جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔

اس نے ٹائی ڈھیلی کی اور فون اٹھایا۔وہ اس بات کو کلیئر کیے بغیر اگلا کام نہیں کر سکتا تھا۔

''تم آریانہ کی نینی کے بارے میں اور کیا جانتی ہو جو تم نے مجھے نہیں بتایا؟'' کال ملتے ہی وہ درشتی سے بولا تھا۔ایک ہاتھ سے فون کان پہ لگا رکھا تھا' دوسرے سے ٹائی ڈھیلی کر رہا تھا۔

''میں کچھ نہیں جانتی۔''عصرہ سنبھل چکی تھی۔''میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے' میرے منہ سے پتہ نہیں کیا نکلا کہ.....''

''جب اس آدمی کی کار ملی تھی تو میں نے اور پولیس نے سینکڑوں دفعہ تم سے پوچھا تھا اگر اس نینی کا کوئی مرد رشتے دار یا دوست اس سے ملنے آتا تھا؟ اور تم نے کہا تھا کہ تم نے چھان پھٹک کے اس نینی کو ہائر کیا تھا۔اس کا کوئی بوائے فرینڈ تک نہیں تھا۔تم جانتی تھیں مجھے ایسی نینی نہیں پسند تھیں جس کے یوں تعلقات ہوں۔''

''فاتح مجھے نہیں پتہ وہ آدمی اس کا کیا لگتا تھا۔تم نے کہا تھا کہ نینی کے ساتھ ایک آدمی کی لاش بھی تھی تو میں نے سانداز ہ لگایا کہ وہ اس کا شوہر ہوگا۔تم مجھ پہ کس چیز کا شک کر رہے ہو؟''

وہ اس پہ معلومات چھپانے کا شک کر رہا تھا۔اس سے نینی کو ہائر کرنے میں غلطی ہوئی تھی اور ضرور کوئی مشکوک آدمی آتا جاتا ہوگا مگر عصرہ نے اسے نظر انداز کیا اور جب خمیازہ بھگتنا پڑا تو اس نے اپنی غلطی چھپا دی۔

''تم جانتی ہو میں تم پہ کس چیز کا شک کر رہا ہوں۔''

''وان فاتح!'' وہ درد سے چلائی تھی۔ ''کیا آریانہ کی موت کے علاوہ ہماری زندگی میں کچھ نہیں ہے؟ ہر چیز اتنے برسوں سے اسی کے گرد کیوں گھومتی ہے؟ وہ مر گئی ہے فاتح۔ مگر میں تو زندہ ہوں۔''

''وہ ہماری بیٹی تھی!'' وہ دانت پیس کے غرایا۔

''ہماری نہیں۔ وہ صرف تمہاری بیٹی تھی۔'' وہ بھی برہمی سے چلائی۔ ''میں نے اتنے سال اسے پالا' اس کا خیال رکھا' مگر آخر میں تم نے مجھے یہ صلہ دیا کہ تم مجھ پہ شک کر رہے ہو؟''

''میں شک نہیں کر رہا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم نے اپنی غلطی کور اپ کی ہے۔''

''تم..... تم یہ کہہ رہے ہو کہ اس آدمی کو میں نے بھیجا تھا آریانہ کو اغوا کرنے کے لیے؟ تم مجھ پہ اتنا بڑا الزام لگا رہے ہو؟''

اور وان فاتح کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ اس نے مڑی تڑی پرچی نکالی اور اس کی شکنیں سیدھی کیں۔ تحریر واضح تھی۔ جو بات وہ خود سے نہیں کہہ سکا' وہ عصرہ نے اتنی آسانی سے کہہ دی تھی۔

''بولو..... جواب دو۔'' پھر جیسے اس کی خاموشی پہ وہ بے قرار ہوئی۔ ''فاتح.... تم واقعی مجھ پہ شک کر رہے ہو؟ یہ سب تالیہ نے تمہارے ذہن میں ڈالا ہے۔''

''اس کو..... تم نے بھیجا تھا۔'' وہ آہستہ سے بولا تو اس کی آواز مختلف تھی۔ سرد' اجنبی' اندر تک کاٹ دینے والی۔ عصرہ کی روح تک کانپ اٹھی۔

''فاتح.... کیا کہہ رہے ہو..... میری بات سنو.....''

''میں شام میں گھر آؤں گا۔ ہم تب بات کریں گے۔ ایک آخری بات۔ اس کے بعد میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہوں گا۔'' اس نے کاٹ کال دی۔ عصرہ کی کال آنے لگی تو فاتح نے فون آف کر دیا۔

پھر وہ پرچی زور سے پھاڑی۔ دو' چار' آٹھ..... اس نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

عصرہ نے کہا تھا۔ ''کیا اسے میں نے بھیجا تھا آریانہ کو اغوا کرنے؟''

اس نے یہ نہیں کہا کہ آریانہ کو مارنے۔

کسی دوسرے کے لئے دونوں باتیں برابر تھیں مگر وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ اسے صرف اغوا کرنے آئے تھے۔ اسے مارنے نہیں۔ عصرہ نے مارنے کی بات نہیں کی تھی۔ اس نے اپنے بدترین گلٹ کو باہر نکال دیا تھا۔ اس آدمی کو عصرہ نے بھیجا تھا۔ نینی بھی عصرہ نے رکھی تھی۔ آریانہ کی موت کے بعد سب سے زیادہ خوف اور ڈپریشن کا شکار بھی عصرہ ہی رہی تھی۔ سب واضح تھا

مگر کون کہتا ہے کہ پہیلی کو حیرت انگیز جواب مل جائیں تو دل فوراً سے مان بھی لیتا ہے؟

دل انکار نہیں کرتا بے شک۔اسے سارا کھیل سمجھ آجاتا ہے۔مگر وہ صدمہ.....وہ بے یقینی.....وہ اسے بالکل گنگ کر دیتی ہے۔

وان فاتح نے کس دل سے پارلیمان کا سیشن اٹینڈ کیا۔صرف وہی جانتا تھا۔وہ سارا وقت خاموش رہا۔اس کے ذہن میں گزرے ماہ و سال کسی فلم کی طرح گردش کر رہے تھے۔

وہ کبھی عصرہ کا آریانہ سے تنگ پڑ جانا اور اس سے سلوک بدل لینا.....وہ کبھی آریانہ کا شکایت کرنا کہ عصرہ فاتح کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ سختی سے پیش آتی ہے.....مگر اسے اپنے سامنے کبھی کچھ محسوس نہیں ہوا تھا۔عصرہ اس بات کو یوں کور کر دیتی تھی کہ اسے لگتا بچے کی تربیت اور بھلائی کے لئے اگر بحثیت ماں وہ سختی کر بھی دیتی ہے تو اچھی بات ہے۔اور پھر آریانہ نے شکایت کرنا چھوڑ دی۔

وہ اپنی کتابوں میں رہنے لگی۔اس کو اسنو وائٹ کی کہانی سب سے زیادہ پسند تھی۔وہ اکثر کہتی تھی کہ وہ اسنو وائٹ ہے۔اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ وہ خود کو شہزادی سمجھتی ہے بلکہ اس کی بھی ایک ظالم سوتیلی ماں تھی جو اس کے باپ کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ رویہ بدل لیتی تھی۔

اس نے اپنا فون شام تک نہیں کھولا۔اسے شام کا انتظار تھا جب وہ گھر جائے گا اور عصرہ سے دو ٹوک بات کرے گا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی کال بند ہونے کے کچھ دیر بعد تالیہ نے اس نمبر پہ میسج بھیجا تھا جو عصرہ کے پاس تھا۔عصرہ اس وقت دیوانہ وار اس کو کال ملاتے ہوئے مضطرب سی گھر میں چکر کاٹ رہی تھی۔خوف سے اس کا دل کانپ رہا تھا۔رات جب وہ گھر آئے گا تو جولیانہ اور سکندر کے سامنے ان کی ماں کی حقیقت کھول دے گا۔سب کھل جائے گا۔پہلے اس نے فاتح کو کھویا تھا اور وہ اپنے آپ کو دھیرے دھیرے ختم کر رہی تھی مگر وہ اپنے بچوں کو بھی کھو دے گی؟

وہ نڈھال سی صوفے پہ گر گئی۔اس کے جسم میں درد تھا۔اس کے اعصاب اب ویسے مضبوط نہ رہے تھے جیسے کبھی ہوتے تھے۔وہ جس شان سے دنیا چھوڑنا چاہتی تھی' وہ اس سے شام میں چھین لی جائے گی۔وہ فاتح کی آنکھوں میں دیکھ کے جھوٹ نہیں بول سکے گی۔بولے گی بھی تو وہ جان لے گا۔

وہ غلطی پہ غلطی کر رہی تھی۔سارا کھیل ہاتھ سے پھسل رہا تھا۔اور تب ہی تالیہ کا میسج آیا۔

بس ایک لمحے میں عصرہ کو علم ہو گیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔وہ فاتح کو فیس نہیں کر سکتی تھی۔اسے آج شام سے پہلے اس کھیل کو ختم کرنا ہے۔

آگے کا مرحلہ آسان تھا۔نوکروں کو گواہ بنانا.....دولت کو بلا کے اس کے سامنے تالیہ پہ شک کا اظہار کرنا.....اور پھر.....کیک کا آدھا ٹکڑا کھانا جس پہ آئسنگ کے طور پہ اس نے بہت سا آرسینک چھڑک رکھا تھا۔ذرا سا ٹکڑا اس نے بچا دیا.....اور باقی اپنے اندر اتار لیا۔پھر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لی اور گیلی آنکھوں سے چھت کو دیکھنے لگی۔

اس دنیا میں کوئی بھی اپنی مرضی سے مرنا نہیں چاہتا۔موت ایک فرار ہے۔اور عصرہ محمود کو ہمیشہ سے فرار کی عادت تھی۔اپنا جرم چھپانے کے لئے اول روز سے وہ فاتح کو ملائیشیاء سے واپس امریکہ لے جانا چاہتی تھی۔اسے فرار چاہیے تھا مگر جب یہ تسلی ہو گئی کہ آریانہ مر چکی تھی تو چند مہینوں کے لئے اسے لگا کہ وہ حکومت کر سکتی ہے۔وہ نئی زندگی شروع کر سکتی ہے۔مگر پھر.....تالیہ نے اس سے سب کچھ چھین لیا۔تالیہ مراد نے اس سے حکمرانی کی خواہش، اس کا شوہر، اس کے بچے سب چھین لیے۔اس کا دل مردہ کر دیا۔اور اب.....اب تالیہ اس کی سزا بھگتے گی۔

عصرہ ایک دیوی کی طرح مرے گی۔اس کے بچے اس کو ہمیشہ مظلوم سمجھیں گے۔ایک ہیروئین۔اور تالیہ اس جال سے کبھی نہیں نکل سکے گی جو عصرہ نے اس کے لئے بچھایا تھا۔

وہ کرسی پہ بیٹھی تھی.....سر پیچھے ٹکا رکھا تھا۔نظریں چھت سے لٹکتے فانوس پہ جمی تھیں۔

اس کی روشنی کو دیکھتے ہوئے اس وقت عصرہ کو عجیب سا احساس ہونے لگا.....اس نے خود کو کیوں مار دیا؟ اس نے میدان تالیہ کے لیے کیوں چھوڑ دیا؟ وہ بی این کی نائب صدر تھی.....اس کے پاس دولت تھی.....گھر تھا.....بچے تھے.....اس نے ان سب کو کیوں چھوڑ دیا؟ نہیں.....یہ سب غلط ہو رہا تھا.....اسے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا.....اسے لڑنا چاہیے تھا.....اس نے اٹھنے کی کوشش کی.....اسے ناک سے خون نکلتا محسوس ہوا.....اسے وہ خوف محسوس ہوا جو مرنے سے پہلے ہر خودکشی کرنے والے کو ہوتا ہے.....وہ سب کچھ ریورس کر لینے کی آخری خواہش.....تڑپ.....مگر تب تک اس کا جسم مفلوج ہو چکا تھا.....وہ اٹھ نہیں سکی۔گردن دائیں طرف ڈھلک گئی۔

اسے اب کرسی کے ساتھ.....آریانہ کھڑی نظر آ رہی تھی۔

اس کے سفید لباس پہ خون لگا تھا.....مگر وہ مسکرا رہی تھی۔اس کے ہاتھ میں ایک ادھ کھایا سیب تھا۔عصرہ کو دیکھتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے اس سیب کے بائٹ لیتی رہی تھی۔پھر ہونٹ بند کیے، اسے چباتی جاتی.....

وہ جب تک گھر آیا.....گھر میں ہجوم پہلے سے اکٹھا تھا۔پولیس، پیرامیڈیکس، اشعر.....اور دولت.....جو شام سے عصرہ کو بار بار کال کر رہا تھا اور ملازم نے جب فون اٹھا کے اس کی بے ہوشی کا بتایا تو وہ فوراً آ گیا تھا۔

مگر سب کو دیر ہو چکی تھی۔عصرہ محمود جا چکی تھی۔

جب وان فاتح نے اس کی نعش دیکھی....اس کا سفید چہرہ....اور اس چہرے کے تاثرات....تو اس کا دل عجیب ویرانیوں میں گھرتا چلا گیا۔عصرہ نے آریانہ کے لئے اغوا کار بھیجے تھے عصرہ اتنے سال اس سے جھوٹ بولتی آئی تھی' یہ سب باتیں ثانوی ہوگئیں۔

انسانی موت اپنے اندر خود اتنی بڑی ٹریجڈی ہے جو کسی بھی زندہ انسان کا دل دہلا دیتی ہے۔ایک احساس زیاں' ایک خلاء......ایک ملال سارہ جاتا ہے...عصرہ محمود فاتح کو فیس کیے بنا...اس سے معافی مانگے بنا...ایک ہی لمحے میں اپنے لیے اس کی معافی لکھوا گئی تھی......

وہ ان لوگوں کے ساتھ اسٹریچر کے گرد شکستہ سا کھڑا تھا۔وہ سب اپنی اپنی کہہ رہے تھے۔موت کی وجہ.....زہر.....یہ وہ......
اور تبھی اسے ایک عجیب سا احساس ہوا۔جیسے اوپر کوئی ہے۔اس نے نگاہ اٹھائی تو وہ وہاں کھڑی تھی۔سیاہ ٹوپی اور سیاہ لبادے میں میں اس کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔آنکھیں بے یقینی سے کھلی تھیں۔ان کی نگاہیں ملیں اور وان فاتح کی ساری حسیات جاگنے لگیں۔

(بھاگ جاؤ تالیہ!) اس نے اسے اشارہ کیا تھا۔

اور اگلے ہی لمحے وہ وہاں سے غائب ہو چکی تھی۔

☆☆==========☆☆

رات خوفناک حد تک خاموش تھی۔تاریک آسمان خاموشی سے شہر کی گلیوں میں بھاگتی اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ایک ٹیکسی سے دوسری بدلتی ' ایک گلی سے دوسری میں مڑتی.....وہ بھاگتی بھاگتی اپنے گھر تک آ پہنچی تھی۔

اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے گھڑی پہ وقت دیکھا۔زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں پولیس یہاں ہو گی۔اسے جو کرنا تھا اسی وقت میں کرنا تھا۔

تالیہ مراد نے کئی سال تک اس بات پہ تحقیق کی تھی کہ پولیس اس کے گھر تک کتنی جلدی پہنچ سکتی ہے۔کون سا اسٹیشن یہاں سے کتنا دور ہے۔ایک خوف سا تھا کہ کبھی وہ دن آئے گا جب اسے پولیس سے بھاگنا پڑے گا۔یہ نہیں معلوم تھا کہ بے گناہ ہونے کے باوجود ایسا ہو گا۔مگر یہ معلوم تھا کہ اگر ایسا ہوا تو کیا کرنا تھا۔اور جو اسے معلوم تھا' اسے آج اس کی جان بچانی تھی۔

اس نے گیلے جوتے ڈور میٹ پہ اتارے' اور اپنے ٹریزز پیروں میں پہنے۔پھر بیسمنٹ میں کھلنے والے دروازے تک آئی۔فنگر پرنٹ سے اسے کھولا۔اور سیڑھیاں پھلانگتی نیچے کو لپکی۔

بیسمنٹ کو وہ عرصہ ہوا خالی کر چکی تھی۔اپنے پچھلے اعمال کے تمام ثبوتوں اور نشانیوں سے پاک۔

اب وہاں صرف ایک شے موجود تھی۔

اس نے بھاری میز دھکیلی۔ فرش سے ایک لکڑی کا پلینک اٹھایا اور نیچے ہاتھ ڈالا۔ خفیہ خانے میں ایک سیاہ بیگ رکھا تھا۔ تالیہ نے وہ بیگ اٹھایا اور زپ کھولی۔

اندر تین پاسپورٹ تھے۔ نوٹوں کے چند بنڈل' گن' چاقو' ایک کپڑوں کا جوڑا' دو کریڈٹ کارڈ' چند دستاویزات رکھے تھے۔ وگ' لینز' گلاسز' نیا فون' چارجر' پاور بینک' اور چاکلیٹ بارز۔

یہ اس کا گو بیگ تھا۔

برسوں سے وہ اس لمحے کے لئے تیار تھی۔ اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے اور دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا مگر کسی ریہرسل شدہ عمل کی طرح تمام اعضاء تیزی سے کام کر رہے تھے۔

اس نے بیگ کندھے پہ ڈالا' گھر کا دروازہ اندر سے لاک کیا اور پچھلے دروازے سے باہر نکل گئی۔ پولیس کے سائرن پس منظر میں سنائی دے رہے تھے۔

اب وہ بس اسٹاپ کی طرف جا رہی تھی۔ ہڈ سر پہ گرائے' آنکھوں پہ نظر کا چشمہ پہنے' اس نے ماحولیاتی آلودگی سے بچنے والا سبز ماسک اس نے ناک پہ جما رکھا تھا۔ یہاں کے ایل میں بہت سے لوگ ماسک پہنے گھوما کرتے تھے۔

ایک فون بوتھ پہ وہ رکی اور ریسیور اٹھا کے ایک نمبر ملایا۔ حسبِ متوقع آگے سے وائس میل آن تھا۔

"داتن۔" وہ پھولے تنفس کے درمیان کہہ رہی تھی۔ "پولیس میرے پیچھے ہے۔ اس لئے تمہارے ریگولر نمبر پہ کال نہیں کر سکتی۔ وہ ٹیپ ہو رہا ہو گا۔ اب میری بات دھیان سے سنو۔" وہ دائیں بائیں احتیاط سے دیکھتی سرگوشی میں کہنے لگی۔ "وہ سمجھتے ہیں کہ میں نے عصرہ کو مارا ہے۔ مگر میں نے اسے نہیں مارا۔ تمہیں کوئی کچھ بھی کہے' اس کی بات کا اعتبار مت کرنا۔ اپنے دل کی سننا۔ میں مشکل میں ہوں۔" اس کی آواز بھیگنے لگی۔ چند گہری سانسیں اندر کھینچیں۔

"کاش میرے پاس وقت کی چابی ہوتی تو میں..... میں وقت میں تین چار ماہ آگے نکل جاتی ..... اس ملک سے دور..... شاید جاپان کی طرف..... مگر ابھی..... ابھی مجھے سنگاپور جانا ہے۔ مجھے ایک کلین پاسپورٹ چاہیے۔" وہ ہدایت دے رہی تھی۔ "تم صبح گیارہ بجے تک اپنے گھر سے نہیں نکلو گی۔ ٹھیک گیارہ بجے تم اپنے گھر کے باہر والے ہمارے مخصوص ڈراپ باکس میں پاسپورٹ رکھ دو گی۔ میں وہاں سے اٹھا لوں گی۔ مگر میں تم سے مل نہیں سکوں گی.. اور دھیان کرنا' پولیس کو نہیں علم ہونا چاہیے۔ اس کے بعد تم بھی ملک چھوڑ دینا اور میں..... میں سنگاپور سے آگے نکل جاؤں گی مگر....." وہ گیلی آواز سے مسکرائی۔ "کبھی ہم دوبارہ ضرور ملیں گے۔ کسی اور زمانے.... کسی اور موسم میں.... سمندر کنارے کچی مچھلی کا شکار کرنے

.....ہم ضرور ملیں گے داتن۔'' اس نے فون بند کیا۔ آنکھیں رگڑیں۔ بڑبڑا اپنی اور تیزی سے بس کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆==========☆☆

حالم کا بنگلہ رات کے اس وقت روشنیوں میں نہایا ہوا تھا۔ باہر کھڑی پولیس موبائلز کی جلتی بجھتی روشنیوں اور آوازوں نے ساری اسٹریٹ کو خوف و ہراس میں مبتلا کر رکھا تھا۔ دروازے کھلے تھے۔ سیڑھیوں سے اوپر نیچے پولیس اہلکار آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے، چند منٹوں میں انہوں نے تالیہ کا سارا گھر الٹ کے رکھ دیا تھا۔

لاؤنج کے وسط میں دولت کھڑا تھا۔ ہاتھ پہلوؤں پہ جمائے، شرٹ کے کف موڑے، وہ ناخوش نظر آتا تھا۔ اس کے کندھوں سے کمر تک بیلٹ سے بندھا ہولسٹر اور پستول واضح نظر آ رہا تھا۔

''گھر کلیئر ہے، سر!'' ایک اہلکار نے آ کے اطلاع دی تو دولت نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

''ظاہر ہے اسے معلوم تھا ہم آ رہے ہیں۔ وہ بھاگ چکی ہے۔ بات سنو سب۔ ایوری ون۔''

اس نے تالی بجائی تو اوپر نیچے پھیلے اہلکار ہاتھ روک کے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''میری ابھی وزیر اعظم صاحبہ سے بات ہوئی ہے۔ عصرہ محمود ایک ہائی پروفائل خاتون تھیں اور ان کی موت کوئی عام بات نہیں ہے۔ پردھان منتری نے تالیہ مراد کی فوراً گرفتاری کا حکم دیا ہے۔''

وہ دائیں بائیں سر گھماتا ایک ایک کو دیکھتا سختی سے کہہ رہا تھا۔

''ایک گھنٹے میں پولیس کے ہر نا کے، شہر کی ہر انٹری اور ایگزٹ، ہر تھانے اور ائیرپورٹ پہ تالیہ کی تصاویر بھیج دو۔ شہر کی ہر پولیس پٹرول یونٹ کو اس کا حلیہ اور تصویر ملنی چاہیے۔ اس کے گھر کے اردگرد سی سی ٹی وی سے اس کی نقل و حرکت کو ٹریس کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے تمام دوستوں کے فونز ٹیپ کرو۔ وان فاتح کا بھی۔ وہ کسی سے رابطہ ضرور کرے گی۔''

وہ اب کنپٹی پہ انگلی رکھے سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''تالیہ مرا کو اگر میں جانتا ہوں تو اس کا اگلا اسٹیپ....'' اس نے رک کے سوچا۔ تالیہ اب کیا کرے گی؟

''فرار.... وہ ملک سے فرار ہونے کی کوشش کرے گی۔'' وہ مسکرا کے بولا تھا۔ ''اور ہمیں اس شہر کے ہر دروازے پہ پہرہ لگا دینا ہے۔''

وہ کہہ رہا تھا جب فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے بات روک کے موبائل کان سے لگایا۔

''بولو زاہد۔'' دوسری جانب اس کا اینالسٹ ہیڈ کوارٹر سے بات کر رہا تھا۔

''سر.... ایک اطلاع ہے۔'' اینالسٹ دبے دبے جوش سے کہنے لگا۔ ''یاد ہے ہم نے تالیہ کی کیس انویسٹی گیشن کے

دوران اس کی دوست لیانہ صابری کی فائل تیار کی تھی۔ مجھے اس دوران لیانہ کا ایک ایسا فون نمبر ملا تھا جو اس کے گھر کے علاقے میں مخصوص وقت کے لئے آن ہوتا تھا۔ یہ نمبر اس کے نام پہ نہیں ہے،اور...."

"مجھے اس سے غرض نہیں ہے کہ تم نے وہ نمبر کیسے ڈھونڈا۔" دولت نے اکتا کے بات کاٹی۔"مجھے یہ بتاؤ کہ اس نمبر پہ تالیہ نے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہے؟"

"یس سر۔" وہ دبے دبے جوش سے بولا۔"وہ نہیں جانتی کہ ہم اس نمبر کو ٹیپ کر رہے تھے۔اس نے وائس میل میں پیغام چھوڑا ہے۔میں آپ کو سنواتا ہوں۔"

دولت چند لمحے تک اس پیغام کو سنتا رہا جو تالیہ نے داتن کے لیے چھوڑا تھا۔پھر اس نے فون رکھا اور ٹیم کو مخاطب کیا۔

"چینج آف پلان۔ہم اس کے گرد گھیرا تنگ ضرور کریں گے مگر ابھی تالیہ کے ملوث ہونے کی خبر میڈیا پہ نہیں دیں گے۔وہ سب سے زیادہ اس چیز سے ڈرتی ہے۔یہ پتہ ابھی ہم اپنے ہاتھ میں رکھیں گے۔اور لیانہ صابری کو ابھی ہم گرفتار نہیں کریں گے۔وہ تالیہ تک پہنچنے کے لئے ہمارا واحد لنک ہے۔" وہ آس اور اضطراب کے درمیان کہہ رہا تھا۔"امید ہے کہ تالیہ اس کے گھر کے قریب جائے گی نیا پاسپورٹ اٹھانے۔ہمیں لیانہ کے گھر کے گرد گھیرا تنگ کرنا ہے اور صبح تک اپنی کارروائیوں کو خاموش رکھنا ہے۔تالیہ مراد اس وقت خوف کا شکار ہے۔اور ایسا انسان غلطی پہ غلطی کرتا ہے۔ہم تالیہ کی غلطی کا انتظار کریں گے۔"

اسے تالیہ کی فون کال میں عرصے بعد وہی خوف محسوس ہوا تھا جو قید کے ان پانچ دنوں میں اس کے چہرے پہ نظر آتا تھا۔وہ جس چیز سے ڈرتی تھی،وہی اس کے سامنے آ گئی تھی۔ بہت اچھے۔

وہ تالیہ مراد کے گرد ایسا گھیرا بنانے جا رہا تھا جس کو وہ توڑنے کی کوشش میں غلطیاں کرے گی۔

بلی اور چوہے کا کھیل شروع ہونے والا تھا۔

☆☆=========☆☆

اگلی صبح آسمان نے دیکھا کہ ایک بڑے سبزہ زار پہ عصرہ محمود کے جنازے کی رسم ادا کی جا رہی تھی۔لوگوں کا ایک منظم ہجوم وہاں کھڑا تھا۔قطار میں لوگ باری باری آتے،اور مرکزی جگہ پہ کھڑے فاتح سے ہاتھ ملاتے،تعزیت کرتے،دعا دیتے اور آگے بڑھ جاتے۔

وہ سر کے خم سے ان کی تعزیت وصول کرتا،شکریہ ادا کرتا اور پھر ایک ویران نظر اپنے دونوں بچوں پہ ڈالتا جو اس کے دائیں طرف کھڑے تھے۔دونوں نے اب زاروقطار رونا بند کر دیا تھا۔جولیانہ صرف شل تھی اور سکندر بار بار سر جھکا کے گیلی آنکھیں

پونچھتا تھا۔فاتح ایک ہاتھ لوگوں سے ملاتا تھا' اور دوسرا اسکندر کے کندھے پہ جمائے ہوئے تھا۔

جولیانہ کے اس طرف اشعر کھڑا تھا۔ان سب کے چہرے آج سوگوار تھے۔

خاندان کی ایک خاتون بچوں کو اپنے ساتھ دوسری طرف لے گئیں تو اشعر اس کے کندھے کے برابر آ کھڑا ہوا۔

''آپ ٹھیک ہیں' آبنگ؟''

''ہوں۔''

''میں جانتا ہوں کاکا اور آپ کے اختلافات تھے اور....''

''میرے اور عصرہ کے کوئی اختلافات نہیں تھے' ایش۔وہ ایک بہت اچھی بیوی اور ماں تھی۔اس نے کبھی کچھ ایسا نہیں کیا جس سے میں ہرٹ ہوا ہوں۔'' اشعر نے نظروں کا رخ موڑ کے اسے دیکھا۔وہ سنجیدگی سے سامنے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس نے جیسے سارے حساب کتاب ختم کر ڈالے تھے۔اشعر کو خیال گزرا کہ آخری دنوں میں وہ دونوں کافی بہتر ہو چکے تھے۔ فاتح نے اسے نائب چیئر پرسن بھی بنا دیا تھا۔واقعی اب ان کے درمیان کوئی تلخی نہیں تھی۔وہ واپس تعزیت کرنے والوں کے ساتھ مگن ہو گیا۔

''فاتح۔'' دولت اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا تو فاتح نے چونک کے گردن موڑی۔پھر اس کی شکل دیکھ کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔واپس چہرہ سیدھا کر کے زیر لب بولا۔

''تمہاری تفتیش کہاں تک پہنچی؟'' اسے اس کی آمد شدید ناگوار گزری تھی۔

''بہت جلد تالیہ مراد جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہو گی۔'' وہ دونوں نامحسوس طریقے سے وہاں سے ہٹ گئے۔اب تعزیت کرنے والوں سے قدرے فاصلے پہ وہ گھاس پہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔

''یہ سب تالیہ نے نہیں کیا۔''

''تمہیں کیسے معلوم۔''

''اگر تم تعصب کا چشمہ اتار دو تو تمہیں بھی معلوم ہو جائے گا۔'' وہ برہمی سے دولت کو دیکھ کے کہہ رہا تھا۔''وہ یہ نہیں کر سکتی۔اس کو اس میں پھنسایا جا رہا ہے۔''

''اچھا؟'' دولت طنز سے بولا۔''کس نے پھنسایا ہے اسے؟''

''یہ معلوم کرنا تمہاری جاب ہے۔سرکار اسی کے پیسے دیتی ہے تمہیں۔جاؤ اور معلوم کرو۔''

ناگواری سے کہہ کے وہ فاتح آگے بڑھ گیا۔

دولت نے ضبط سے گہری سانس بھری' پھر گھڑی پہ وقت دیکھا۔ دس بج رہے تھے۔ اسے داتن کے گھر سے چند فرلانگ دور مقررہ جگہ پہ پہنچنا تھا۔ تالیہ مراد اپنا پاسپورٹ اٹھانے آنے والی ہوگی۔

وان فاتح اب قطار میں آئے لوگوں سے تعزیت وصول کر رہا تھا۔ اگلا شخص ایڈم تھا۔ فاتح نے اس سے ہاتھ ملایا تو وہ قریب آکے آہستہ سے بولا۔

"مجھے بہت افسوس ہوا سر۔"

"مجھے بھی ایڈم۔" اس نے گہری سانس لی۔"میں اور میرے بچے اس ٹراما سے کیسے نکلیں گے' مجھے نہیں معلوم۔"

"میں آپ لوگوں کے لئے دعا کروں گا کہ آپ اس سے نکل آئیں۔ اللہ تعالیٰ دل سے مانگی ساری دعائیں پوری کرتا ہے۔" پھر اس نے چہرہ آگے کو جھکایا اور پریشانی سے پوچھا۔"سر یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ چے تالیہ...."

"یہ اس نے نہیں کیا۔" فاتح نے سختی سے آہستہ آواز میں دہرایا۔ ایڈم چند لمحے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آف کورس سر...میں جانتا ہوں۔" پھر سر کو خم دے کر آگے بڑھا تو کچھ سوچ کے وان فاتح اس کے پیچھے آیا۔ دونوں ہجوم سے ذرا دور گھاس پہ چلے آئے تو فاتح نے اسے پکارا۔ وہ چونک کے مڑا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس کے پیچھے آرہا ہے۔

"ایڈم....تم تالیہ کو ڈھونڈو۔ لیانہ صابری سے پوچھو یا کسی اور سے۔ کچھ بھی کرو مگر اس کو ڈھونڈو اور ....."

"اور؟"

"اور اس سے کہو کہ وہ روپوش نہ ہو۔ سامنے آجائے۔"

"آپ چاہتے ہیں کہ وہ گرفتاری دے دیں؟ اس جرم کے لئے جو انہوں نے نہیں کیا؟" وہ حیران ہوا۔

"ہاں کیونکہ بھاگنے سے وہ مزید مجرم لگ رہی ہے۔ ایک دفعہ وہ خود کو قانون کے حوالے کر دے تو میں اس کو بچا لوں گا کیونکہ وہ بے گناہ ہے۔"

"میرا ان سے رابطہ نہیں ہے مگر میں ان کو یہ مشورہ نہیں دوں گا۔ پہلے ہمیں اس شخص کو ڈھونڈنا ہے جس نے ان کو پھنسایا ہے۔" ایڈم کا پلان مختلف تھا۔"اصل قاتل کے خلاف ثبوت پولیس کو دینے ہیں تاکہ چے تالیہ کا نام کلیئر ہو جائے اور وہ واپس آسکیں۔" پھر وہ رکا۔"آئی ایم سوری.....اگین۔"

"جو میں نے کہا ہے' وہ اس تک پہنچا دو۔" اس نے دوٹوک کہہ کے بات ختم کر دی۔

وہ واپس آیا تو اشعر نے ناگواری سے اس کے قریب سرگوشی کی۔

''آپ اس لڑکی کا دفاع کیوں کر رہے ہیں؟ اس نے میری بہن کو مارا ہے۔'' اس نے ایڈم اور فاتح کی بات کا کوئی ٹکڑا سنا تھا۔

''تالیہ بے گناہ ہے۔ اس نے عصرہ کو نہیں مارا اور اگر تم اس بات پہ یقین نہیں کرنا چاہتے تو مجھ سے دوبارہ اس موضوع پہ بات نہ کرنا۔'' وہ کہہ کے آگے بڑھ گیا۔

اس نے تالیہ کی ای میل آج صبح پڑھی تھی۔ نہ پڑھتا تب بھی اسے یقین تھا کہ وہ کیکس تالیہ نہیں بھیجتی۔ وہ کسی کی جان بھی نہیں لے سکتی۔ ساری بات یہیں آ کے ختم ہو جاتی تھی۔

☆☆=========☆☆

لیانہ صابری کے گھر سے چند فرلانگ دور ایک پینٹرز کمپنی کی وین کھڑی تھی۔ باہر سے دیکھ کے لگتا تھا وہ کسی گھر میں پینٹ کرنے آنے والوں کی وین ہے۔ البتہ اس کے اندر کا ماحول یکسر مختلف تھا۔ وہاں کرسیاں تھیں، قطار میں اسکرینز نصب تھیں جن کے آگے تکنیکی امور میں ماہر اینالسٹ بیٹھے تھے۔ اور ان کے پیچھے خالی جگہ پہ دولت ٹہل رہا تھا۔ بار بار وہ گھڑی دیکھتا۔

''گیارہ بج کے پانچ منٹ ہو گئے ہیں۔ لیانہ گھر سے نہیں نکلی۔ اب وہ پاسپورٹ کیسے دے گی؟''

''ہم اس کے گھر کے باہر رات سے موجود ہیں۔ وہ رات سے گھر سے نہیں نکلی۔'' ایک اینالسٹ نے گردن موڑ کے اسے بتایا تھا۔ ''اس کے دونوں فونز آن ہیں اور ان کی لوکیشن گھر کے اندر کی ہی آ رہی ہے۔ یعنی وہ اندر ہے۔''

''اسے اب تک باہر آ جانا چاہیے تھا۔'' دولت خود کلامی کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ وہ شدید مضطرب نظر آتا تھا۔

''او کے۔ ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے۔'' وہ رکا اور کان میں لگے آلے پہ اپنی اے ٹیم کو بزور قوت لیانہ کے گھر کے اندر جانے اور اسے گرفتار کر کے لانے کا حکم دینے لگا۔

''سر.... گھر کلیئر ہے۔'' دس منٹ بعد لیانہ کے گھر کا دروازہ توڑ کے داخل ہونے والا اہلکار بتا رہا تھا۔ ''اس کے دونوں فون بیڈ روم میں پڑے ہیں چارجنگ پہ۔ وہ فرار ہو چکی ہے۔''

دولت نے زور سے کرسی کو بوٹ سے ٹھوکر ماری۔ ''وہ کب فرار ہوئی؟ تم لوگ رات سے گھر کے چاروں طرف تھے۔''

''ہم تالیہ کے اس پیغام کے قریباً پچیس منٹ بعد یہاں پہنچے تھے۔ وہ اپنے فونز یہیں چھوڑ کے ہمارے آنے سے پہلے ہی فرار ہو چکی ہو گی، سر۔'' اس کا اینالسٹ مایوسی سے بتا رہا تھا۔

''لیکن اب وہ تالیہ کو پاسپورٹ کیسے دے گی؟'' ایک دوسرے اینالسٹ نے کہا تو دولت چونکا۔ ٹھوکر مارنے سے اس کا پیر

درد کرنے لگا تھا مگر اس ایک فقرے نے اسے سب بھلا دیا۔

''تالیہ مراد کو پاسپورٹ کیوں چاہیے تھا؟''

''ملک سے بھاگنے کے لیے' سر!''

''اس نے پہلے سے ہنگامی صورتحال کا انتظام کیوں نہیں کیا؟ پاسپورٹ' پیسے' نئی شناختیں۔ اس کے پاس اس کا اپنا گو بیگ ہر وقت ہونا چاہیے تھا۔ ایک منٹ.....وہ ریکارڈنگ.....وہ دوبارہ چلاؤ۔''

وہ تیزی سے ماتحت کی کرسی کے قریب آیا اور جھک کے اس کی اسکرین پہ جھانکا۔

ماتحت نے چند کیز پریس کیں تو رات والی کال کی ریکارڈنگ چلنے لگی۔ پہلے دولت نے اس ریکارڈنگ میں جس شے پہ سب سے زیادہ غور کیا تھا وہ تالیہ کی آواز تھی۔ بھیگی' خوف سے لبریز آواز جس میں کپکپاہٹ تھی۔ ایک صیاد کو شکار کی ایسی آواز سن کے لطف آتا تھا۔ وہ اس سے آگے کچھ نہیں دیکھ سکا تھا۔ مگر اب.....اب وہ الفاظ سن رہا تھا.....

''تمہیں کوئی کچھ بھی کہے' اس کی بات کا اعتبار نہیں کرنا۔'' تالیہ کی آواز اسپیکرز میں گونج رہی تھی۔ دولت نے بے دردی سے اپنا لب کاٹا۔ (کیا اس کی باتوں کا وہی مطلب تھا جو وہ نظر آتا تھا؟)

''کاش میرے پاس وقت کی چابی ہوتی تو میں وقت میں تین چار ماہ آگے نکل جاتی۔.....جاپان.....''

''کبھی ہم دوبارہ ضرور ملیں گے.....کسی اور زمانے میں.....کسی اور موسم میں.....سمندر کنارے مچھلی کا شکار کرنے.....پرانے وقتوں کی طرح.....ہم ضرور ملیں گے' داتن۔''

دولت ماتھے پہ بل ڈالے سیدھا ہوا۔ ''اس نے کہا.....وقت کی چابی۔''

ماتحت نے مڑ کے اسے دیکھا۔ ''سر آپ کو معلوم تو ہے۔ یہ تالیہ کی تھیوری جو انہوں نے پراسیکیوٹر احمد نظام کو بتائی تھی کہ وہ وقت میں پیچھے گئی تھیں اور.....''

''اونہوں۔ پیچھے نہیں.....اس نے کہا' وہ وقت میں آگے جانا چاہتی ہے۔'' وہ پہلوؤں پہ ہاتھ جمائے کرسیوں کے پیچھے ٹہلنے لگا۔

''اس نے لیانہ کو پاسپورٹ کے لیے فون نہیں کیا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ ہم کال ٹیپ کر رہے ہوں گے۔ اس کو صبح یہاں نہیں آنا تھا۔''

''تو پھر اس نے یہ کیوں کیا؟''

''اگر ہم یہ کال نہ سنتے.....'' مڑ کے گھور کے اینالسٹ کو دیکھا۔ ''اگر تم مجھے یہ کال نہ سنواتے تو میں اسی وقت لیانہ صابری

کی گرفتاری کا حکم دے رہا تھا۔ میں تالیہ کے فرار کی خبر ہر جگہ چلانے جا رہا تھا مگر اس کال نے ہمیں روک دیا۔ دونوں کو موقع پہ پکڑنے کی خواہش نے ہمیں روک دیا۔ وہ لیانہ کو بھاگنے کا وقت دے رہی تھی۔"

وہ جانتی تھی کہ دولت کا خواب کیا ہے۔ تالیہ کو خوفزدہ دیکھنا۔ کون وومن نے اس کو ایک خواب دکھایا۔ ایک دلفریب سراب جس کے تعاقب نے اس کو جھانسہ دے ڈالا۔

"یعنی سر.... تالیہ مراد نے لیانہ سے نہیں ملنا تھا؟"

اور اس سوال پہ ٹہلتا ہوا دولت رکا۔ اسے ایک عجیب سا خیال آیا۔

"اونہوں۔ تالیہ کے پاس لیانہ سے رابطے کے لیے یہی ایک نمبر تھا۔ اسے اس سے بات بھی کرنی تھی اور اسے خوف بھی تھا کہ پولیس اسے ٹیپ کر رہی ہوگی۔ اس نے ایک تیر سے دو شکار کیے۔ وہ واقعی کال میں لیانہ کو ملاقات کے لیے بلا رہی تھی مگر کہاں؟"

وہ خود دوبارہ اسکرین تک آیا اور جھک کے کی پریس کی۔ ریکارڈنگ پھر سے چلنے لگی۔

"کاش میرے پاس وقت کی چابی ہوتی.... تو میں وقت میں تین چار ماہ آگے چلی جاتی۔ جاپان۔"

اس نے اسٹاپ کا بٹن دبایا اور دھیرے سے سیدھا ہوا۔ "چار ماہ کے بعد جاپان میں کیا ہونا ہے؟"

"چار ماہ بعد؟" اینالسٹ نے انگلیوں پہ حساب کیا۔ "کچھ بھی نہیں۔ چار ماہ بعد اپریل ہے سر۔ اور...."

بس اس ایک لمحے میں پزل میں سارے ٹکڑے اپنی جگہ پہ آن گرے۔

"ساکورا ہانا می۔" دولت بڑبڑایا۔ "مارچ اپریل میں جاپان میں 'ساکورا ہانا می' شروع ہو جاتا ہے۔"

وین میں خاموشی چھا گئی۔ سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ دولت نے البتہ کراہ کے کنپٹی چھوئی تھی۔

"اسے جاپان نہیں جانا تھا۔" دولت نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ اسے دی کیوب میں بلا رہی تھی۔"

"دی کیوب؟ وہ جاپانی ریستوران؟" ایک اہلکار نے چونک کے کہا۔

"ہاں' کیونکہ اس نے کہا وہ لیانہ کے ساتھ کچی مچھلی کا شکار کرنا چاہتی ہے۔" اس نے تکلیف سے آنکھیں بند کیں۔

اینالسٹ نے بے اختیار سر پہ ہاتھ مارا۔

"آف کورس۔ دی کیوب دو چیزوں کے لیے مشہور ہے۔ سوشی (کچی مچھلی کی ایک جاپانی ڈش) اور ہانا می۔ اس ریستوران کے جاپانی مالک نے اس کو ہانا می کے رنگوں سے سجا رکھا ہے اور وہاں دیواروں پہ جاپان کے ہانا می کے مناظر تھری ڈی پہ چلائے جاتے ہیں۔ وہاں جا کے لگتا ہے کہ....."

''کہ آپ وقت میں چار ماہ آگے جاپان میں چلے گئے ہیں اور آپ کے اردگرد چیری بلاسم کے پھول گر رہے ہیں۔ڈیم اٹ۔'' دولت نے تلخی سے کہتے ہوئے دوبارہ کرسی کو ٹھوکر ماری۔اب کے خالی کرسی الٹ کے پرے جا گری۔

''میں ابھی ایک ٹیم اس ریستوران بھیجتا ہوں۔'' ماتحت نے جلدی سے فون اٹھایا مگر دولت نے افسوس سے سانس بھری۔

''ضرور بھیجو مگر وہ کئی گھنٹے پہلے لیانہ سے ملاقات کر کے وہاں سے روپوش ہو چکی ہوں گی۔تالیہ مراد ہم سے ہمیشہ ایک قدم آگے رہتی ہے۔''

☆☆=========☆☆

چند گھنٹے قبل پچھلی رات میں واپس جاتے ہیں۔

داتن کے لیے پیغام ریکارڈ کروا کے تالیہ فون بوتھ سے نکلی' سر پہ ہڈ برابر کی' آنسو پونچھے اور اندھیرے میں بس کی طرف بڑھ گئی۔

بس میں کھڑکی کے ساتھ بیٹھی تالیہ کی آنکھوں میں اب سپاٹ سا تاثر تھا۔وہ بار بار کلائی کی گھڑی دیکھتی تھی۔اگر اس کا اندازہ درست تھا تو داتن آدھے گھنٹے تک دی کیوب پہنچ جائے گی۔پولیس اگر کالز ٹیپ کر رہی تھی اور پیغام کوڈی کوڈ بھی کر لے تب بھی ان کے دی کیوب پہنچنے تک وہ دونوں وہاں سے جا چکی ہوں گی۔

کے ایل کے دل میں واقع یہ ریستوران اندر سے نیم اندھیر سا تھا۔ایک گول سا ہال جس کے وسط میں لکڑی کا جھونپڑا بنا تھا۔جھونپڑے کے اندر سٹنگ ایریا تھا۔

مدھم موسیقی چل رہی تھی اور کھانا سرو کیا جا رہا تھا۔دیوار پہ ایک پینٹنگ لگی تھی۔اس میں جاپان کی ایک سڑک کی تصویر تھی جس کے کنارے چیری بلاسم کے گلابی پھول گر رہے تھے۔

مارچ اپریل میں اس ریستوران میں ''ہانامی فلیورنگ'' شروع ہو جاتی تھی اور بوڑھا جاپانی مالک اس جگہ کو گلابی رنگوں سے سجا دیتا تھا۔مگر ابھی چونکہ سرما تھا' اس لیے یہاں ہانامی کی محض چند ایک نشانیاں موجود تھیں۔

'ساکورا' جاپانی زبان میں 'چیری بلاسم' کو کہتے ہیں۔ ایک نرم و نازک سا پھول جو چیری کے تناور درختوں پہ اگتا ہے۔ اس پھول کی عمر کم ہوتی ہے۔یہ چند دن تک درختوں پہ رہتا ہے اور پھر گر جاتا ہے۔

جب یہ پھول گرتے ہیں تو جاپان کی سڑکوں کے کناروں پہ گلابی تہیں سی بچھ بچھ جاتی ہیں۔مگر گرنے سے قبل.....چند دن کے لئے جب ساکورا کے پھول درختوں پہ کھلے رہتے ہیں....تو یہ منظر دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔جاپان میں دفتروں اور کاروبار سے خاص چھٹی دی جاتی ہے....سیاح دور دور سے آتے ہیں....فیملیز سارے کام چھوڑ کے باہر نکل آتی ہیں....اور

لوگ جگہ جگہ لگے چیری بلاسم کے درختوں کا نظارہ کرتے ہیں....

کھلی فضا میں کھڑے ہو کے ان نرم و نازک پھولوں سے لدے درختوں کا نظارہ کرنا ''ہانامی'' کہلاتا ہے۔ جاپان میں یہ بہار کے ایک قومی تہوار کا درجہ رکھتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ کوریا اور ملائیشیاء جیسے دوسرے ملکوں میں بھی رائج ہو چکا تھا جہاں چیری بلاسم کم تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ مگر اصل ہانامی صرف جاپان میں ہوتا ہے۔ اس لیے ملائیشیا میں جاپان کا منظر نامہ کھینچنے کے لیے دی کیوب میں موسم بہار میں جاپان کے چار بڑے شیف جمع ہوتے ہیں اور وہ چند دن کے لیے یہاں خاص سوشی تیار کرتے ہیں۔

ہانامی کی اصل روح جاپانی کھانے بالخصوص سوشی کو کھاتے ہوئے چیری بلاسمز کا نظارہ کرنے میں ہے۔ مگر یہ بس چند دن تک ہوتا ہے۔ پھر ختم اور سب معمول پہ آجاتا ہے۔

چیری بلاسم کے پھول گر گر کے سڑک کنارے مرجاتے ہیں اور درخت خالی ہو جاتے ہیں۔

اسی لیے چیری بلاسم دراصل جوانی کے زوال اور زندگی کی ناپائیداری کی برف اشارہ کرتی ہے۔ مگر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ....یہ جوانی میں مرجانے کی علامت ہے۔

البتہ فی الحال بہار دور تھا۔ سرما ہر سو پھیلا تھا۔ اس لئے ریستوران قدرے خالی خالی سا تھا۔ ہال کے وسط میں بنے جھونپڑے میں بیٹھی تالیہ بار بار گھڑی دیکھتی تھی۔ سر پہ ہڈ گرا رکھا تھا اور انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

دفعتاً بوڑھا جاپانی شیف قریب آیا اور قہوے کی پیالی سامنے رکھی۔ پھر قریب جھکا اور سرگوشی کی۔

''اگر پولیس لیانہ سے پہلے آجائے تو تم مڑے بغیر کچن میں چلی آنا اور وہاں سے......'' اشارہ کیا۔

تالیہ پھیکا سا مسکرائی اور تشکر میں سر ہلایا۔

''شکریہ تاؤ۔ اتنی جلدی پولیس یہاں نہیں آئے گی۔ لیکن اگر آگئی تو میں تمہیں مشکل میں نہیں ڈالوں گی۔''

تاؤ نے مسکرا کے اس لڑکی کا چہرہ دیکھا جو ہڈ کے ہالے میں زرد سا پڑ رہا تھا۔ پھر اس کی پیالی ییں سنہری قہوے کی دھار انڈیلی۔

''کون تم؟ میں تو تمہیں جانتا ہی نہیں۔ اور سی سی ٹی وی صبح سے خراب پڑا ہے۔'' مسکرا کے وہ آگے بڑھ گیا۔

''میں نے سنا تھا تم مجھ سے ناراض ہو۔''

خفا سی آواز سنائی دی تو تالیہ مراد نے گہری سانس لے کر سر اٹھایا۔

بھاری بھرکم سی گھنگریالے بالوں والی داتن ماتھے پہ بل ڈالے اس کے سامنے کرسی کھینچ رہی تھی۔

اتنے عرصے بعد اسے دیکھا تھا اور وہ اسے ویسی ہی لگی تھی۔

''میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ میں زندگی سے ناراض تھی۔''

داتن نے کہنیاں میز پہ رکھی اور آگے کو جھکی سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ ''تالیہ..... تم نے سوچا بھی کیسے کہ ہم تمہیں اکیلا چھوڑ دیں گے؟ ہم واقعی سمجھے تھے کہ تم ٹھیک ہو۔ اور میں کچھ دوسرے کاموں میں پھنسی تھی۔ میری غلطی ہے کہ میں عصرہ کے دھوکے میں آگئی اور سمجھی کہ......''

''تم کمزور لگ رہی ہو۔ کیا ہوا ہے؟''

داتن لمحے بھر کو رکی اور پھیکا سا مسکرائی۔ ''ڈائیٹنگ کر رہی ہوں۔ خود ہی تو کہتی تھیں کہ وزن کم کرو۔''

تالیہ ہلکے سے ہنس دی۔ آنکھوں میں پانی آ گیا۔

''مجھے تم سے گلہ نہیں ہے۔ ہر انسان کو اپنے آپ کو خود بچانا پڑتا ہے۔ میں اس سے بھی نکل آؤں گی۔ اور پہلے بھی...''

''تالیہ!'' اس نے بات کاٹ کے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔ ''ہم اس دلدل میں ساتھ گئے تھے۔ ساتھ نکلیں گے۔ تمہارے پاس پاسپورٹ ہے نا؟ ہم آج ہی سنگاپور جا رہے ہیں۔''

''نہیں داتن۔ صرف تم سنگاپور جا رہی ہو۔'' تالیہ کا انداز قطعی تھا۔

داتن نے ابرو بھینچے۔ ''ہمارا فرار کا پلان کئی سالوں سے وہی ہے تالیہ۔ پہلے سنگاپور اور وہاں سے دبئی۔ سب تیار ہے۔ ہم ایک نئی زندگی شروع کر سکتے ہیں۔ میں اپنی فیملی کو وہیں بلا لوں گی اور.....''

''مگر میری فیملی یہیں ہے۔ ایڈم یہاں ہے۔ وان فاتح یہاں ہیں۔ میں ملک نہیں چھوڑ سکتی۔ مجھے صرف.....'' وہ آگے کو جھکی اور آواز مدھم کی۔ ''کے ایل میں ٹھہرنے کو جگہ چاہیے۔''

''کوئی سیف ہاؤس؟ ہاں ایک دو جگہیں ہیں لیکن اگر پولیس کو علم ہو گیا تو....''

''میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں، داتن!''

بوڑھا تاؤ پھر سے ان کے قریب آیا اور پوچھا۔ ''کیا تم لوگ سوشی کھاؤ گی؟''

''نہیں، تاؤ۔'' تالیہ نے ہاتھ سے اسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ اس وقت کچھ بھی نہیں کھا سکتی تھی۔ خود کو بہادر ظاہر کرنے کے باوجود اس کی رنگت زرد پڑتی جا رہی تھی۔ اور وہ بار بار اضطراب سے انگلیاں مروڑتی تھی۔

''میں تمہیں یہاں چھوڑ کے نہیں جا سکتی، تالیہ۔'' داتن فکرمندی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ تالیہ اداسی سے مسکرائی۔

''میں نے عصرہ کو نہیں مارا۔ مگر میں بھاگ نہیں سکتی۔ صرف چھپنا چاہتی ہوں۔ کچھ دن کے لیے۔''

''اور فاتح؟''

''وہ جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں۔ مگر مجھے نہیں معلوم وہ میرے لئے کچھ کر سکیں گے یا نہیں۔'' اس کے انداز میں شک تھا۔ داتن نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا اور سنجیدگی سے بولی۔

''مجھے وان فاتح سے بہت سی باتوں پہ اختلاف ہے مگر تم اپنے دل سے یہ بے یقینی نکال دو تالیہ کہ وہ تمہیں پھر سے اکیلا چھوڑ دیں گے۔ ہم تینوں تمہارے ساتھ ہیں اور تمہارے لئے ہر حد تک جائیں گے۔''

تالیہ کی داتن پہ جمی نگاہیں بھیگنے لگیں۔

''اگر میں اچھائی کا راستہ نہ اپناتی تو یہ سب میرے ساتھ نہ ہوتا۔ میں برائی کے راستے پہ رہتی تو چھپی رہتی۔''

''نہیں، تالیہ... میں ہمیشہ کہتی تھی کہ انسان اس راستے کو ترک نہیں کر سکتا مگر میں غلط تھی۔ انسان سب کر سکتا ہے۔ تم نے درست کیا جو کیا۔''

وہ اعتراف کر رہی تھی مگر تالیہ نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کی آنکھوں میں زخمی سا تاثر تھا۔

''کیا فائدہ ہوا سب ترک کرنے کا؟ مجھے ایسے جرم میں پھنسایا جا رہا ہے جو میں نے کیا ہی نہیں ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ انسان اچھے راستے پہ آ جائے تو دوسرے انسان بھی اس کی مدد کرتے ہیں مگر اب داتن....'' اس نے ارد گرد دیکھا۔ ''اب مجھے اس دنیا اور اس کے انسانوں کے اندر کی اچھائی سے امید ختم ہوتی جا رہی ہے۔''

لیانہ نے اسے کبھی یوں بے بس اور مایوس نہیں دیکھا تھا۔ وہ بار بار لب کاٹ رہی تھی۔ کچھ گردن کی پشت کو ہتھیلی سے دباتی۔ کبھی میز پہ ناخن رگڑتی۔

داتن دھیرے سے پیچھے ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

''تالیہ....کوئی بھی ہمت ہار سکتا ہے۔ مگر تم نہیں۔''

''میری زندگی میں ایک کے بعد ایک مسئلہ شروع ہو جاتا ہے۔ میں اب ان مسئلوں سے ایک ہی دفعہ چھٹکارا پانا چاہتی ہوں۔'' پھر اس نے سر ہاتھوں میں گرا دیا۔ ''مگر مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا کروں۔ میرے پاس کوئی پلان نہیں ہے۔''

''میرے ساتھ سنگاپور چلو۔''

''نہیں۔''

تالیہ مراد نے سر اٹھایا۔ وہ جھونپڑے کے اندر بیٹھی تھی۔ سامنے داتن تھی۔ دونوں کے قہوے کی پیالیاں لبالب بھری تھیں۔

اسی پل تاؤ نے ریستوران کی بتیاں مدھم کر دی تھیں۔

مرکزی دیوار ساری کی ساری اسکرین بن گئی تھی اور اس پہ ایک منظر چلنے لگا تھا۔

ایک طویل سڑک کا کنارا...وہاں اگے ڈھیروں درختوں کی قطار...ہلکی چلتی ہوا...اور درختوں سے گرتے چیری بلاسم کے گلابی اور سفید پھول...کوئی مدھم سروں میں پیانو بجا رہا تھا...دیوار پہ نظر آتی سڑک کے کنارے پھولوں سے بھرتے جارہے تھے...

تالیہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔"تم......تم ٹھیک ہو؟"

اس کے سوال نے لیانہ صابری کو چونکایا تھا۔وہ قدرے پیچھے کو ہوئی۔

"مجھے کیا ہوا ہے؟" سامنے اوپن کچن کے کاؤنٹر پہ کھڑا تاؤ سوشی بناتا نظر آرہا تھا۔فضا میں جھینگے تلنے کی مہک بسی تھی۔

"تمہارے بال پتلے اور کم لگتے ہیں۔تم ہیئر ایکسٹینشن استعمال کررہی ہو۔کیوں؟"نرمی سے پوچھا۔

"کیٹو کررہی ہوں۔اس سے بال جھڑ جاتے ہیں۔میں نہیں چاہتی تھی تمہیں پتہ چلے۔مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

تالیہ نے موبائل کی اسکرین اس کے سامنے کی۔اس پہ ان تینوں کی سیلفی نظر آرہی تھی۔کونے میں میز پہ رکھی دوا کی بوتل کو اس نے زوم کرر کھا تھا۔

"یہ کینسر کی دوا ہے۔اور یہ بوتل تمہاری ہے۔تم کینسر کی دوا کیوں لے رہی ہو؟"

چیری بلاسم کے رنگوں سے سجے نیم روشن جھونپڑے میں خاموشی چھا گئی۔پیانو جیسے رک گیا۔جھینگے تلنے کا شور چپ ہو گیا۔

"میں سچ سننا چاہتی ہوں'داتن۔تم بیمار ہو۔اور تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"وہ دکھ سے پوچھ رہی تھی۔داتن نے قہوے کا پیالہ اٹھایا اور لبوں سے لگایا۔پھر سنجیدگی سے اسے دیکھ کے بولی۔

"تم سن کے ہرٹ ہو گی۔اسی لیے میں نے تم سے چھپایا۔کیا تم واقعی سننا چاہتی ہو؟"

پیانو کی آواز پھر سے تیز ہو گئی۔کاؤنٹر پہ کھڑا تاؤ تیزی سے سوشی کو رول میں لپیٹ رہا تھا۔پھر اس نے چھرا اٹھایا اور ٹھک ٹھک رول کے پیس کاٹنے لگا۔ٹھک ٹھک ٹھک.....

تالیہ اٹھی اور سنجیدگی سے محض اتنا ہی بولی۔"چینج آف پلان۔مجھے ملاکہ جانا ہے۔وہاں ایک جگہ ہے جہاں میں چھپ سکتی ہوں۔مجھے کے ایل سے آج رات نکلنے میں مدد دو۔پھر تم سنگاپور چلی جانا۔"

"میرا ایک دوست روز فوڈ ٹرک کے ساتھ شہر سے باہر جاتا ہے۔اگر ہم ابھی چلیں تو میں تمہیں اس کے ٹرک میں سوار کر سکتی ہوں۔اس کی پولیس سے جان پہچان ہے۔وہ اس کو چیک نہیں کرتے۔"داتن بھی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔البتہ وہ بار بار فکر مندی سے تالیہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''تم ٹھیک ہو؟''

''اگر انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے دوست کی جان ایک موذی مرض لینے والا ہے تو وہ کیسے ٹھیک رہ سکتا ہے' داتن؟''اس نے بھیگی آنکھوں سے کہتے ہوئے ہڈ سر پہ گرائی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆=========☆☆

ملاکہ شہر کا وہ علاقہ رات کی تنہائی میں ویران پڑا تھا۔ کہیں کسی گھر کی کھڑی روشن تھی تو کسی کی بیرونی بتی جلی تھی۔ ورنہ سارے میں اندھیرا پھیلا تھا۔ فجر میں ابھی گھنٹہ پڑا تھا اور یہ روشنی سے پہلے والی تاریکی تھی جو رات کی ہو یا کسی کی زندگی کی' ہمیشہ تاریک ترین ہوتی ہے۔

نیلا ہٹ مائل سرمئی اینٹوں والی گلی کے ایک گھر کے سامنے وہ کھڑی تھی۔ گھر کے بیرونی دروازے اور گلی کے درمیان تین اسٹیپ تھے۔ وہ اسٹیپ عبور کر کے دروازے تک آئی اور آہستہ سے دستک دی۔ ہڈ سر کو ڈھانکے ہوئے تھا اس لیے دور سے وہ ایک ہیولہ سا نظر آتی تھی۔

ذوالکفلی نے دروازہ کھولا تو اسے دیکھ کے حیران رہ گیا۔''تم یہاں؟ میں نے سنا تھا کہ....''

تالیہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ خود بخود ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ تیزی سے اندر داخل ہوئی اور دروازہ بند کر دیا۔ پھر لاک سے اسے مقفل کیا۔ پھر ہڈ اتاری اور گہرا سانس لیا۔''مجھے تمہاری مدد چاہیے۔''

''جانتا ہوں۔ یہ بھی کہ عصرہ محمود کے قتل کے الزام میں تمہاری تلاش جاری ہے۔''

وہ جو دروازے سے کمر ٹکائے کھڑی تھی' ان الفاظ پہ اس کی آنکھوں میں ایک بے بس سا تاثر ابھرا۔

''ابھی تک یہ بات پبلک نہیں ہوئی۔ صبح جب وہ داتن اور مجھے گرفتار کرنے سے مایوس ہا جائیں گے تب اسے پبلک کر دیں گے۔''

''میرے اپنے تعلقات ہیں' تالیہ۔ تم نے کھانا کھایا؟''

ساحر ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے بولا اور پھر اندر راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ پھر محسوس کیا کہ وہ ابھی تک رکی ہوئی ہے۔ ذوالکفلی نے واپس مڑ کے اسے دیکھا۔''اندر آؤ۔''

''گھر میں کوئی اور تو نہیں ہے؟ دیکھو میں اس وقت کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی۔''

ذوالکفلی نے اس کے چہرے کو افسوس سے دیکھا جس کی رنگت اڑی اڑی سی تھی۔

''تم خوفزدہ ہو؟''

"نہیں تو۔" وہ تیزی سے بولی۔

"شہزادی تالیہ کو ذرا سی پولیس نے ڈرا دیا ہے۔" وہ استہزائیہ مسکرا کے آگے بڑھا تو تالیہ کے گال سرخ ہوئے۔ وہ تیزی سے اس کے پیچھے لپکی۔

"تالیہ کو کوئی اتنی آسانی سے نہیں ڈرا سکتا۔ میں بس....." لب کاٹتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔

اس گھر میں مدھم زرد روشنیاں پھیلی تھیں جو اسے عجب پراسرار سا تاثر دیتی تھیں۔ وہ دیوان خانے میں آئی اور نیچے چٹائی پہ بیٹھی تو پہلی نظر شیلف پہ رکھی بوتلوں پہ پڑی۔ ایک اداس مسکراہٹ اس کے لبوں پہ بکھر گئی۔

"وان فاتح کی بوتل سے چند بوندوں کے سوا کچھ غائب نہیں ہوا۔ وہ ابھی تک اپنی یادداشت واپس نہیں حاصل کر سکا۔"

وہ انہی بوتلوں کو دیکھ رہی تھی جب ذوالکفلی ٹرے لیے اندر داخل ہوا۔ تالیہ چونکی۔ پھر بھاپ اڑاتے پیالے کو دیکھ کے کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے۔ وہ اس کے سامنے بیٹھا اور پیالے کو دونوں کے درمیان چوکی پہ رکھ دیا۔ تالیہ نے جلدی سے اسے قریب کھسکایا۔ سوپ میں تیرتے رامن (نوڈلز) اس وقت شدید اشتہا انگیز لگ رہے تھے۔

"شکریہ۔" وہ تیزی سے چاپ اسٹکس میں بھر بھر کے نوڈلز کھانے لگی۔ گرم گرم مائع نے زبان جلا دی مگر اس نے ذرا سا وقفہ دیا اور پھر سے کھانے لگی۔ وہ کہنیاں چوکی پہ رکھے اپنی چمکتی آنکھوں سے اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"میں نے کبھی تمہیں اتنا خوفزدہ نہیں دیکھا۔"

تالیہ چپ چاپ کھاتی رہی۔

"تم نے عصرہ کو زہر دیا ہے کیا؟"

چوپ اسٹکس والا ہاتھ منہ تک جاتے رک گیا۔ تالیہ کی آنکھوں میں بے یقینی ابھری۔

"تمہیں لگتا ہے میں کسی کو زہر دے سکتی ہوں؟"

"ہاں۔ دے سکتی ہو۔ لیکن صرف تب جب وہ انسان اس کا اہل ہو۔"

وہ چند لمحے لب بھینچے ہرٹ سی ہو کے اسے دیکھتی رہی۔ پھر چاپ اسٹکس نیچے رکھ دیں۔

"میں نے عصرہ کو نہیں مارا۔ مگر سب ثبوت میرے خلاف جاتے ہیں۔ میں ملائیشیا نہیں چھوڑ سکتی اور میرے پاس چھپنے کے لیے کوئی جگہ بھی نہیں ہے۔ پتہ نہیں میں تمہارے پاس کیوں آئی ہوں؟" پھر وہ اٹھنے لگی۔ "نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"تالیہ..... بیٹھو..... ہم مل کے کوئی حل نکال لیتے ہیں۔"

"اگر تمہیں میری بے گناہی پہ یقین نہیں ہے تو باقی دنیا کو کیسے آئے گا؟" وہ کھڑی ہوئی اور ہڈ سر پہ ڈال لی۔ پیروں میں

رکھا بیگ اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

''مجھے تمہاری مدد نہیں چاہیے۔میرا کوئی دوست نہیں ہے۔''

''تالیہ.....''اس نے پکارا مگر وہ تلخی سے کہتی ہوئی باہر جا رہی تھی۔

''جو دوست تھے'ان کو بھی میری بے گناہی کا یقین نہیں آئے گا۔اور جس کو آئے گا'اس کی عمر ختم ہونے والی ہے۔میں دوستوں کے معاملے میں بہت بدقسمت ہوں۔''اور دروازے سے باہر نکل گئی۔

ملاکہ کا ساحل اس گھنے اندھیرے میں ویران پڑا تھا۔چاند بادلوں میں چھپا تھا اور لہریں قدرے پرسکون تھیں۔وہ ریت پہ کھڑی تھی' ہڈ پیچھے گرا رکھی تھی اور چھوٹے بال پونی میں مقید تھے۔وہ خاموشی سے پانی کو دیکھ رہی تھی۔لہریں لپک لپک کے آتیں'اس کے پیروں کو بھگو دیتیں'اور واپس پلٹ جاتیں۔وہ اپنی حد سے چاہنے کے باوجود نہیں بڑھ سکتی تھیں۔

وہ آہستہ آہستہ پانی میں قدم آگے بڑھانے لگی۔اس کے چہرے پہ عجیب سی مایوسی تھی۔دماغ جیسے کہیں دور الجھا تھا۔ٹخنے پانی میں ڈوبنے لگے۔وہ چلتی گئی۔آگے.....اور آگے.....

''اب گھر جانے کا وقت ہے'پتری تالیہ۔اس سے پہلے کہ سورج نکلے اور تمہیں کوئی دیکھے۔''کسی نے اس کو کہنی سے پکڑ کے روکا تو تالیہ پتھر ہو گئی۔پھر بے یقینی سے مڑی تو بوڑھا جادوگر سامنے کھڑا تھا۔اس کی آنکھیں ویسی چمکتی ہوئی تھیں اور چہرہ سپاٹ تھا۔

''تم.....میرے پیچھے آرہے تھے؟''وہ بھونچکی رہ گئی تھی۔

''تم دوستوں کے معاملے میں بدقسمت نہیں ہو۔تم ملاکہ کی شہزادی تالیہ ہو اور تم یوں مایوس ہو کے اس پانی میں قدم نہیں رکھ سکتیں۔''وہ درشتی سے بولا تو وہ چند لمحے کچھ بول نہ سکی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ریت پہ چلتے سڑک کی طرف جا رہے تھے۔

''تم ہمت کیسے کھو سکتی ہو؟اتنی جلدی؟''

وہ سینے پہ بازو لپیٹے کندھے اچکا کے بولی۔''میں.....سوچنے کے لیے یہاں آئی تھی۔میں صرف پانی میں کھڑے ہونا چاہتی تھی۔''

''تم پانی میں کھڑی نہیں ہو رہی تھیں'تم آگے بڑھ رہی تھیں۔بنا کچھ سوچے سمجھے۔اندھا دھند۔''وہ اس کی طرف گھوما اور افسوس سے اسے دیکھا۔وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔''کیا تمہارے سامنے اتنا بڑا پہاڑ ہے جس پہ تم چڑھ نہ سکو؟''

''اس پہاڑ کو عبور کرنے کے لیے کوئی سڑک نہیں ہے'ذوالکفلی!''وہ ایک دم دبا دبا سا چیخی۔وہ دونوں آمنے سامنے ریت

پہ کھڑے تھے۔ سیاہ آسمان اور تاریک سمندر خاموشی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"تالیہ کے پاس تو ہمیشہ پلان ہوتا تھا۔"

"اب نہیں ہے۔ میرے پاس اب کچھ بھی نہیں ہے۔ سر چھپانے کو جگہ تک نہیں ہے۔ میرے دوست تک کھو گئے ہیں اور داتن....." اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ "داتن کو کینسر ہے۔ وہ مر رہی ہے اور میں اس کو بچا بھی نہیں سکتی۔ میں ایسی زندگی نہیں گزارنا چاہتی جس میں مجھے خوف کے سایے تلے رہنا پڑے۔ میں تنگ آ گئی ہوں۔"

"تو اپنے خوف کو شکست دو۔"

"میں نے پانچ دن قید میں کاٹے ہیں۔ قید میرا سب سے بڑا خوف ہے اور میں دوبارہ اس میں نہیں جا سکتی۔ میرے پاس چھپنے کے لیے بھی جگہ نہیں ہے۔ میں ...." اس نے پلٹ کے پانی کو دیکھا۔ "میں اس سمندر میں چھپنے کے لیے جا رہی تھی۔ شاید یہ مجھے اپنے اندر پناہ دے دے۔"

"اگر میں نہ آتا تو...."

"اگر تم نہ آتے، تب بھی میں واپس پلٹ جاتی۔ ڈوب کے مرنے میں سنا ہے بڑی تکلیف ہوتی ہے اور میں مزید تکلیف نہیں اٹھا سکتی۔" وہ زخمی سا مسکرائی۔

"تمہیں سمندر کی پناہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ابھی ملاکہ میں پناہ گاہیں ختم نہیں ہوئیں۔" وہ تلخی سے بولا اور اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

فجر روشن ہو رہی تھی جب وہ دونوں واپس اس کے گھر میں داخل ہوئے۔ ذوالکفلی سیدھا راہداری میں آگے آیا اور کونے سے میٹ ہٹایا۔ وہاں ایک لکڑی کا تختہ تھا جو فرش کا حصہ لگتا تھا۔ اس نے احتیاط سے اسے اٹھایا تو نیچے ایک ٹریپ ڈور تھا۔ ذوالکفلی نے اسے کھولا اور سر اٹھا کے تالیہ کو دیکھا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ کیا ہے؟"

"یہ وہ جگہ ہے جہاں تک کوئی پولیس نہیں پہنچ سکتی۔ تم یہاں جتنا عرصہ چاہو رہ سکتی ہو۔ میں کسی کو ادھر داخل نہیں ہونے دیتا لیکن میں یہ بھی نہیں برداشت کر سکتا کہ تم سمندر میں پناہ ڈھونڈو۔"

تالیہ ایک قدم پیچھے کو ہٹی۔ اس کے چہرے پہ الجھن تھی۔ "میں کسی قبر میں نہیں رہ سکتی۔ میرا سانس گھٹ جائے گا۔"

"کیا تمہارے پاس کوئی بہتر پناہ گاہ ہے پُتری تالیہ؟" بوڑھا جادوگر پوچھ رہا تھا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

ٹریپ ڈور کے نیچے لکڑی کا ایک زینہ بنا تھا۔ وہ اسے عبور کر کے نیچے فرش پہ اتری تو اندھیرے میں اتنا معلوم ہوتا تھا کہ

وہ ایک طویل ہال ہے۔دیوار پہ بٹن چمک رہے تھے۔اس نے ایک بٹن دبایا تو مدھم روشنیاں جل اٹھیں اور سارے ہال کو روشن کر گئیں۔

وہ ہال اتنا وسیع تھا جتنا کہ اوپر موجود ذوالکفلی کا سارا گھر۔وہاں قطار در قطار کتابوں کے ریک رکھے تھے اور ان میں پرانے چمڑے کی جلد والی کتابیں سجی تھیں۔وہ کتابوں کا ایک عظیم الشان مقبرہ تھا۔

''یہ سب کیا ہے؟'' وہ ہال کے دہانے پہ کھڑے ہوئے حیرت سے بولی۔ذوالکفلی زینے اتر کے نیچے آ رہا تھا۔سادگی سے کندھے اچکائے اور بتانے لگا،

''یہ ممنوعہ کتابیں ہیں۔اکثر کا تعلق پمورو سے ہے اور باقی دیگر علوم کی ہیں۔جادو'ان دیکھی طاقتیں....علم طب....یہ میرا ذخیرہ ہے۔تمہارے کام کا نہیں ہے۔'' وہ اب دو ریکس کے درمیان سے گزر کے ہال کے دوسرے سرے تک آیا اور اسے کونے میں موجود ایک کمرہ دکھانے لگا جس کے اندر ایک بیڈ تھا۔ساتھ ایک چھوٹا کچن جس میں بجلی کا چولہا تھا۔چھوٹا فریج' باتھ روم 'اور ایک اسٹڈی ٹیبل کرسی سمیت۔گویا پراسرار لائبریری کے اندر ایک شخص کی رہائش کا سارا بندوبست موجود تھا۔

تالیہ قدم قدم آگے بڑھنے لگی۔مدھم زرد بتیاں روشن ہوتی گئیں۔ریکس میں سجی کتابیں خاموشی سے اس کو دیکھ رہی تھیں۔ان میں گرد کی بو بھی تھی اور کوئی عجب سی ویرانی بھی۔

''تم یہاں آرام سے رہ سکتی ہو۔تمہیں سمندر کی پناہ گاہ کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ مسکرا کے کہہ رہا تھا اور تالیہ بھی اداسی سے مسکرا دی تھی۔

کتابیں....وہ ایک دفعہ پھر اس کی پناہ گاہ بن گئی تھیں۔خاموش دوست۔محرم راز۔

قید کی ساتھی ہوں۔

☆☆==========☆☆

تین دن بعد:۔

دوپہر کے باوجود زیرِ زمین بنے کتب خانے میں نیم اندھیرا پھیلا تھا۔اس کے تین دن اسی حالت میں گزرے تھے'جو فی الوقت نظر آ رہی تھی۔کتب خانے کی دیوار میں موجود شیشے کا دروازہ کھلا تھا اور وہ اندر کمرے میں سنگل بیڈ پہ نیم دراز تھی۔ہینڈز فری کانوں میں لگائے'وہ موبائل دیکھ رہی تھی۔ماتھے پہ بل تھے اور آنکھوں میں بے بسی بھرا غصہ تھا۔لباس وہی تھا۔اور الجھے الجھے بال پونی میں جکڑے تھے۔

موبائل پہ خبروں کا بلیٹن چل رہا تھا۔

"تالیہ مراد جو کہ وان فاتح کی ایکس چیف آف اسٹاف بھی رہ چکی ہیں' اس کیس میں مرکزی suspect ہیں۔ پولیس کے مطابق چے تالیہ اس وقت لاپتہ ہیں اور ان کی تلاش جاری ہے۔ اب ہم اس بارے میں اپنے پینالسٹ سے بات کریں گے۔" نیوز اینکر اب اسٹول پہ گھوم کے اسٹوڈیو میں موجود آدمی کی طرف متوجہ ہوئی۔

"آپ کے خیال میں چے تالیہ کا عصرہ محمود کے قتل میں کیا motive ہو سکتا ہے؟" اینکرز اپنے تئیں سارے فیصلے سنا کے ملزم کو مجرم تصور کر چکے تھے۔

دانشور تجزیہ نگار نے کھنکھار کے گلا صاف کیا۔

"دیکھیں اگر یہ قتل تالیہ مراد نے کیا ہے تو صاف ظاہر ہے۔ عصرہ محمود بی این کی وائس چیئر پرسن تھیں۔ ان کی جگہ لینے کے لئے......"

"میرا خیال ہے کسی ذاتی رقابت کی وجہ سے....." ایک کے بعد ایک پینالسٹ اپنی رائے کا اظہار کر رہا تھا۔

اس نے زور سے بٹن دبا کے ویڈیو بند کی۔ پھر پیچھے گئی تو سامنے ہی اشعر محمود کی ویڈیو کھل گئی۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھا رپورٹرز سے بات کر رہا تھا۔

"ظاہر ہے میری بہن کی جان تالیہ مراد نے ہی لی ہے۔" وہ رعونت اور برہمی سے کہہ رہا تھا۔ "میں پولیس کو بتا چکا ہوں اور بار بار سب کو یاد کرواتا رہوں گا کہ عصرہ محمود نے خود ہمیں متعدد بار وہ کیک دکھائے تھے جو تالیہ ان کو بھیجتی تھی۔" سرد انداز' تنفر بھرا لہجہ۔ تالیہ نے لب کاٹتے ہوئے آگے سوائپ کیا۔ اگلی ویڈیو وان فاتح کی تھی۔

وہ چند افراد کی معیت میں کار کی طرف جاتا دکھائی دے رہا تھا۔ تیز ہوا سے اس کی ٹائی بار بار پیچھے کو اڑتی۔ وہ ٹائی پن لگانا بھول گیا تھا۔ شاید کوئی یاد کروانے والا موجود نہیں تھا۔ چہرہ سپاٹ تھا مگر افسردہ لگتا تھا۔

مائیک پکڑے رپورٹرز کا ہجوم اس کے سامنے الٹے قدموں چلتا پیچھے کو آ رہا تھا۔ وہ سب کار پارکنگ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"سر... میڈیکل رپورٹ کے مطابق آپ کے جسم سے بھی آرسینک ملا ہے مگر اس کی مقدار بے ضرر ہے۔ کیا یہ اس لئے ہے کہ آپ نے کیک کم تعداد میں کھائے تھے؟"

وہ کار کے قریب رکا' اور سپاٹ سے انداز میں رپورٹر کو دیکھا۔

"میں ongoing تفتیش کے بارے میں رائے نہیں دے سکتا۔ یہ پولیس کا کام ہے کہ وہ حقائق سامنے لائے۔"

"سر... تالیہ مراد کا آپ کی بیوی کو مارنے کے پیچھے کیا مقصد ہو سکتا تھا؟"

فاتح نے دروازے پہ ہاتھ رکھے اسی ٹھنڈے تاثر کے ساتھ رپورٹر کو دیکھا۔

''یہ تالیہ نے نہیں کیا۔ پولیس اپنی نااہلی چھپانے کے لئے ایک بے گناہ لڑکی کو مجرم بنا کے پیش کر رہی ہے۔ اور اگر بالفرض وہ واقعی اس میں ملوث ہے' تب بھی عدالت کے فیصلے تک ہم ملزم کو بے گناہ تصور کرتے ہیں۔ اس لڑکی کا میڈیا ٹرائل بند کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔'' وہ برہم ہوا تھا۔ ایک رپورٹر نے پیچھے سے پکارا۔

''سر اگر ایسا ہے تو تالیہ مراد سامنے آ کے اپنی بے گناہی ثابت کیوں نہیں کر دیتی؟ وہ روپوش کیوں ہیں؟''

وان فاتح نے ابرو اچکائے۔ ''ہمیں نہیں معلوم کون کس وقت کس مسئلے میں پھنسا ہو۔ مگر مجھے یقین ہے کہ وہ جلد ہی سامنے آ کے خود کو اس الزام سے بری کروا لے گی۔'' اور ہاتھ کے خفی اشارے سے ''بس'' کہہ کے وہ کار میں بیٹھنے لگا۔

''سر.... آپ ان کے باس رہے ہیں.... کیا انہوں نے آپ سے بھی رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی؟'' کسی نے سوال پھینکا تھا۔ فاتح نے سن لیا تھا مگر اس نے دروازہ بند کر دیا اور ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کر دیا۔ البتہ اس سوال پہ پہلی دفعہ اس کے سپاٹ تاثرات میں دراڑ سی دکھائی دی تھی۔ جیسے وہ ڈسٹرب ہوا ہو۔ جیسے وہ اداس ہوا ہو۔ اور پھر کار آگے بڑھ گئی اور ویڈیو ختم ہو گئی۔

تالیہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اس نے فون رکھا اور ہینڈز فری کانوں سے نوچ اتارے۔ وہ گزشتہ تین دن سے خبریں ہی دیکھ رہی تھی۔ سارا ملک اس کو قاتل کہہ رہا تھا۔ نیلوفر کی کتاب سے بنائی چند دن کی شہرت ماند پڑ گئی تھی اور اب وہ عصرہ محمود کی قاتل اور ایک Fugitive بن کے رہ گئی تھی۔

اس نے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ لئے اور تھوڑی ان پہ جما دی۔ جیسے اس کتابوں کے اس ویران مقبرے میں وہ خود کو اپنے ہی گلے سے لگائے محفوظ کرنا چاہ رہی ہو۔

خوف اور بے بسی بڑھتی جا رہی تھی۔ مگر ایک بات طے تھی۔ تالیہ کبھی دوبارہ پولیس کی پہنچ میں نہیں جائے گی۔ وہ اب کسی نئی جیل کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ ان کے ہاتھ دوبارہ نہیں آ سکتی تھی۔

سامنے رکھے بک شیلف پہ ایک کتاب ترغیب دلانے والے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے گہرے نیلے سرورق پہ سفید سفید الفاظ جگمگا رہے تھے۔

''خودکشی کرنے کے لئے تین Painless زہر۔''

وہ چپ چاپ اس کتاب کو دیکھنے لگی۔

کوئی شک نہیں کہ وہ کتابیں ممنوعہ تھیں۔ اس نے آنکھیں بند کیں تو چھم سے اس دن کی یاد ان کے سامنے آ بکھری۔

وہ ریستوران کے مصنوعی جھونپڑے میں داتن کے سامنے بیٹھی تھی....

اسی پل تاؤ نے بتیاں مدھم کی تھیں.....اور خالی دیوار پہ ایک منظر چلنے لگا تھا.....

سڑک کنارے درختوں کی قطار.....اور نیچے گھاس پہ گلابی سفید چیری بلاسم کے پھولوں کی بچھی تہہ.....ہوا چل رہی تھی اور پھول گرتے جا رہے تھے.....

''تم.....تم ٹھیک ہو داتن؟''

فضا میں جھینگے تلنے کی مہک تھی۔اور شڑ شڑ کا شور بھی۔قہوے سے بھری پیالیوں سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔

''یہ کینسر کی دوا ہے اور یہ بوتل تمہاری ہے۔تم کینسر کی دوا کیوں لے رہی ہو؟''

پیانو رک گیا۔جھینگے تلنے کا شور خاموش ہو گیا۔

''تم سن کے ہرٹ ہو گی۔اسی لیے میں نے تم سے چھپایا۔''

پیانو تیز ہو گیا۔کاؤنٹر پہ کھڑا تاؤ ٹھک ٹھک سوشی رول کو چھرے سے کاٹنے لگا۔دیوار پہ ابھی تک پھول گرتے نظر آرہے تھے۔اور سوشی رول کٹنے کی آوازیں......ٹھک ٹھک ٹھک.....

تالیہ نے آنکھیں کھولیں۔وہ کتابوں کے مقبرے میں بیٹھی تھی اور اس کے سامنے رکھی وہ بنا درد کے مار دینے والی زہریلے نسخوں کی کتاب تمسخر سے اسے دیکھ رہی تھی۔

بالآخر تالیہ نے ہاتھ بڑھایا اور دھڑکتے دل سے اس کتاب کو اٹھا لیا۔ایسا زہر جو درد نہ دے.....کیا یہی اس کا آخری راستہ ہو سکتا تھا؟ آخری پناہ گاہ؟

☆☆==========☆☆

بی این کے آفس میں اس روز معمول کے کام جاری تھے۔ایسے میں لفٹ کے دروازے کھلے اور وان فاتح نکلتا دکھائی دیا تو اس کے ماتھے کے بل واضح تھے اور وہ شدید ناخوش لگتا تھا۔گرے سوٹ میں ملبوس وہ بظاہر ورک ڈے کے لئے تیار لگ رہا تھا مگر اس کا موڈ خراب معلوم ہوتا تھا۔آج پھر راستے میں اس کو رپورٹرز نے روک کے سوالوں کی بوچھاڑ کی تھی اور یہ سوال اب اذیت دینے لگے تھے۔

وہ اپنے آفس کے قریب پہنچا تو سیکرٹری فوراً سے اٹھی۔

''آپ کی تائید کے مطابق ایڈم بن محمد کو میں نے بلوا لیا تھا۔وہ اندر آپ کا انتظار کر رہا ہے۔''

فاتح نے بس صرف سر کو خفیف سی جنبش دی اور آگے بڑھ گیا۔

ایڈم اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔وہ مرجھایا ہوا لگتا تھا۔

فاتح گھوم کے میز کے پیچھے آیا اور اپنی اونچی کرسی پہ بیٹھتے ہوئے تشویش سے اسے دیکھا۔

''تمہیں معلوم ہے وہ کہاں ہے؟'' سارے سوال جواب بس ایک ہی انسان کے بارے میں ہو سکتے تھے۔ نام لینے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔

''نہیں۔'' ایڈم نے فکرمندی سے نفی میں سر ہلایا۔ وہ جینز اور سفید شرٹ کے اوپر سیاہ کوٹ پہنے' بال جیل سے پیچھے کیے شاید کام کے لیے تیار ہوا تھا مگر فاتح کی کال نے اسے کام چھوڑ کے ادھر آنے پہ مجبور کیا تھا۔

''اور لیانہ صابری؟'' فاتح مٹھیاں باہم ملائے' میز پہ آگے ہو کے سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

''وہ ملک سے فرار ہو چکی ہیں۔ مجھے ان کی میل آئی تھی۔ سیکیورٹی خدشات کے باعث اب ہم رابطہ نہیں کر سکتے۔ چے تالیہ کے بارے میں انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔'' ایڈم رکا۔

''کیا آپ سے بھی چے تالیہ نے رابطہ نہیں کیا؟'' اس کے انداز میں جھجک تھی مگر یقین بھی تھا۔

''وہ گھر آئی تھی۔'' فاتح پیچھے کو ہوا اور گہری سانس لی۔ پھر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔

''کب؟'' ایڈم چونکا۔ وہ مختصر الفاظ میں بتاتا گیا۔

''اس وقت عصرہ کی میت سامنے تھی اور سب اس پہ شک کر رہے تھے۔ اگر وہ میری چھت پھلانگ کے داخل ہوتی دکھائی دیتی تو مجرم لگتی۔ اس کا وہاں سے بھاگ جانا ہی بہتر تھا۔ مگر.....'' وہ ناخوشی سے کہہ رہا تھا۔ ''مگر وہ صبح واپس آ سکتی تھی۔ اس کو چاہیے کہ وہ منظرِ عام پہ آجائے اور اپنی صفائی دے۔''

''وہ ایک دفعہ پولیس کی قید میں رہ چکی ہیں۔ وہ خوفزدہ ہیں۔''

''اس کا یوں بھاگنا اس کو مزید مجرم بنا رہا ہے' ایڈم۔'' وہ غصے سے بلند آواز میں بولا۔

''وہ.......خوفزدہ ہیں' سر!'' ایڈم نے بھی آواز اتنی ہی اونچی کی۔

چند لمحے کے لئے آفس میں تناؤ بھری خاموشی حائل ہو گئی۔ پھر فاتح نے بے بسی سے کندھے اچکائے۔

''میں اس کے لئے پریشان ہوں' ایڈم۔'' آواز دھیمی کی۔ انگلیوں سے کنپٹی دبائی۔ ''وہ اپنا دفاع نہیں کر رہی' اور لوگ اس کا میڈیا ٹرائل کیے جا رہے ہیں۔ اسے اپنے لئے لڑنا ہوگا۔ اس سب کو فیس کرنا ہوگا۔''

''چے تالیہ.....خوفزدہ ہیں!'' ایڈم نے توڑ توڑ کے دہرایا۔

وان فاتح چند لمحے کے لیے اسے دیکھتا رہا۔ پھر لب ہلائے۔

''اپنی چے تالیہ سے کہو.....وہ واپس آجائے۔''

وقت چند صدیاں پیچھے چلا گیا تھا۔وہ دونوں چائے خانے میں موجود تھے اور سفید کرتے والا غلام فاتح ماتھے پہ بل ڈالے کہہ رہا تھا۔

''اپنی شہزادی کو کہو' سلطان سے دور رہے۔''

''تمہاری اس سے ملاقات ہو....(فاتح کی آواز اسے ماضی سے کھینچ لائی۔وہ سنبھل کے سننے لگا)...یا رابطہ ہو تو....اس کو کہو کہ وہ گرفتاری دے دے۔اگر وہ یوں چھپ کے بیٹھ جائے گی تو میں اس کی کوئی مدد نہیں کر پاؤں گا۔''

''وہ رابطہ نہیں کریں گی۔وہ کوئی رسک نہیں لیں گی۔''

''تو تم اس سے رابطہ کرو۔کوئی طریقہ تو ہوگا اسے ڈھونڈنے کا۔''

''سر' وہ داتن سے رابطہ کریں گی۔ان دونوں کے پاس ایک دوسرے تک پہنچنے کے طریقے ہوں گے۔مگر مجھے انہوں نے کبھی نہیں بتایا کہ اگر وہ کھو جائیں تو انہیں کیسے ڈھونڈنا ہے۔اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں ان کو تب بھی ڈھونڈ لیتا جب وہ پولیس کی قید میں تھیں۔''

''ایڈم۔''وہ آگے کو جھکا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔''میں تالیہ کو ایسے نہیں جانتا جیسے تم جانتے ہو۔ ہمارے تعلق میں کچھ چیزیں مسنگ ہیں۔ جیسے کھوگئی ہوں۔''وہ کہتے کہتے چپ ہوا۔کچھ تھا جو بات بے بات کھو جانے کا احساس دلاتا تھا۔''میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں ایسی زندگی کا تصور نہیں کر سکتا جس میں وہ نہ ہو۔وہ میرے لئے بہت اہم ہے۔مگر تم......''

اس نے ابرو اٹھا کے زور دے کر کہا۔''تم اس کو زیادہ جانتے ہو اور جو تم جانتے ہو وہ ہمیشہ تمہاری مدد کرتا ہے۔''

اس بات پہ ایڈم بن محمد مسکرا دیا۔ بہت کچھ یاد آیا تھا جو وان فاتح کو یاد نہیں آتا تھا۔

''اس کو ڈھونڈو اور اس سے کہو کہ وہ مجھ سے ملے۔''

''کیا آپ ان کے خوف دور کر پائیں گے؟''

''میں کوشش کرنا چاہتا ہوں۔''

چند لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔پھر ایڈم نے سر ہلایا اور ایک فائل میز پہ رکھی۔مگر اسے کھولا نہیں۔اس پہ ہاتھ رکھے رکھے وہ پوچھنے لگا۔

''آپ کے بچے....وہ ٹھیک ہیں' سر؟''

''کیسے ہو سکتے ہیں؟اس ماحول میں جہاں ٹی وی پہ بار بار ان کی ماں کے قتل کی باتیں دہرائی جائیں۔''

''آپ کو انہیں اس ماحول سے دور کرنا ہوگا۔''

''اشعر بھی یہی کہہ رہا ہے کہ ہم بچوں کو کچھ عرصے کے لئے عصرہ کی کزن کے پاس امریکہ بھیج دیں۔ میرے لئے یہ ایک بہت مشکل فیصلہ ہوگا' مگر پھر..... (گہری سانس لی۔) کسی نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ زندگی آسان ہوگی۔''

پھر اس نے قلم اٹھایا اور ایک کاغذ پہ پتہ لکھا۔

''یہ آدمی ذوالکفلی..... ملاکہ میں رہتا ہے۔ شاید یہ تالیہ کے بارے میں کچھ جانتا ہو۔''

ایڈم نے چٹ جیب میں رکھ لی مگر اٹھا نہیں۔ چند لمحے سوچتا رہا۔ فاتح نے بے اختیار گھڑی کو دیکھا۔ ''کچھ اور؟''

''میں نے چے تالیہ کو چار دن دیے تھے کہ وہ اس آف شور کمپنی کیس میں آپ کی بے گناہی ثابت کر دیں۔''

فاتح نے بےزاری سے سر جھٹکا۔ ''میں بتا چکا ہوں' میری کوئی آف شور کمپنی نہیں ہے۔''

''وہ چار دن کل تمام ہو گئے تھے۔'' وہ سنے بغیر کہہ رہا تھا۔ ''آج مجھے جن پیپرز کو ریلیز کرنا ہے ان میں آپ کے دستخط شدہ کاغذات بھی شامل ہیں۔ یہ اوریجنل ڈاکومنٹس ہیں' سر۔ یہ کوئی فوٹو کاپی نہیں ہے۔'' اس نے فائل کھول کے فاتح کی طرف دھکیلی۔ (اس سے پہلے اس نے فاتح کو فوٹو کاپی دکھائی تھی جس کو اس نے پہچاننے سے انکار کر دیا تھا۔)

''میں نے ان کی تصدیق دوبارہ اپنے سورس سے مانگی تو اس نے مجھے ہانگ کانگ سے اپنے آفس کی آرکائیوز سے یہ اوریجنل فائل لا کر دی ہے۔ پہلے صرف فوٹو کاپی تھی..... آپ اس کو نہیں پہچانتے تھے..... مگر اس کو دیکھیں اور بتائیں۔ یہ تین کاغذ آپ نے خود سائن کیے تھے؟''

وہ اس کے چہرے کو غور سے دیکھ کے پوچھ رہا تھا۔

فاتح نے فائل کھولی۔ اندر تین کاغذ اسٹیپل سے پن اپ کیے گئے تھے۔ ان تینوں کے نیچے فاتح کے دستخط تھے۔

''میں تمہیں بتا چکا ہوں' یہ میں نے نہیں کیے نہ میں ان کاغذات کو پہچانتا ہوں اور.....'' وہ قدرے ناگواری سے صفحہ پلٹتے ہوئے کہہ رہا تھا جب وہ ٹھہرا۔

پہلے اور دوسرے صفحے کے درمیان جہاں اسٹیپل کی پن لگی تھی' وہاں کچھ پھنسا تھا۔ فاتح نے آہستہ سے پن جدا کی۔

ایک ننھی سی مقید شے آزاد ہوئی۔

اس نے دو انگلیوں میں اسے اٹھایا۔

وہ گلابی رنگ کے چیری بلاسم کی ایک پتی تھی۔

خشک' مرجھائی ہوئی' ان کاغذوں میں برسوں سے امر ہوئی۔

اس نے پتی کو اوپر لے جا کے دیکھا۔آنکھیں چھوٹی ہوئیں۔ایڈم غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''آپ کو کچھ یاد آیا' سر؟''اس کے اندر جوش سا ابھرا۔

فاتح نے پتی رکھی۔اور ان کاغذات کو الگ الگ کر کے دیکھا۔پھر دستخط کی جگہ پہ انگلی پھیری۔اور اوپر پرنٹ شدہ عبارتیں پڑھیں۔ایڈم اس کے ایک ایک تاثر کو دیکھ رہا تھا۔

''ایسے لگتا ہے آپ دستخط کو پہچانتے ہیں مگر.....عبارتوں کو نہیں۔کیا کسی نے کورے کاغذ پہ آپ سے دستخط کروائے تھے؟''

وان فاتح اس کی بات نہیں سن رہا تھا۔اس کے ذہن میں ایک اور منظر چلنے لگا تھا.....

وہ ساکوراہامامی کے دن تھے.........

جاپان کی سڑک تھی....گلابی اور سفید روئی کے گالوں جیسے چیری بلاسم ہر طرف گرے تھے۔

وہ لمبا کوٹ اور مفلر پہنے' ٹھنڈی ہوا میں بنچ پہ بیٹھا تھا۔وہ نظریں جھکا کے اخبار پڑھتا' دوسرے ہاتھ سے کافی اٹھا کے پیتا' پھر واپس بنچ پہ رکھ دیتا۔

یکدم سکے کھنکنے کی سی آواز آئی۔فاتح نے نظریں اٹھائیں۔

سامنے ایک کپل چلا آ رہا تھا جن کے ساتھ ایک پانچ چھ سال کا بچہ تھا۔اس کے ہاتھ میں گلابی کاٹن کینڈی تھی اور وہ اس کی اسٹک کو خوشی سے ہاتھ میں گھما رہا تھا۔

فاتح کی نظریں اس کے قدموں پہ جھکیں۔اس کے جوگرز میں سکے لگے تھے۔وہ چلنے سے کھنکتے تھے۔اس نے واپس نظریں اخبار پہ جھکائیں۔

بنچ کے پیچھے بڑا سا چیری بلاسم کا درخت تھا۔اس کے عقب سے عصرہ نکل کے قریب آئی اور اس کے ساتھ بیٹھی۔اس کے بیٹھنے پہ وہ چونکا۔کافی کا کپ اٹھا لیا۔بے دھیانی میں ذرا سی کافی چھلکی۔گھاس پہ گرتے ایک سفید پھول کو وہ داغدار کر گئی۔ہاتھ پہ بھی گرم گرم قطرے گرے تھے۔عصرہ نے اوہو کہتے ہوئے ٹشو سے اس کا ہاتھ صاف کیا۔

''تھینکس۔''اس نے کافی کا گھونٹ بھرا۔پھر عصرہ کو دیکھا۔وہ مسکرا کے ہچکچاہٹ سے اسے دیکھ رہی تھی۔ہوا سے اس کے بال اڑ رہے تھے۔اس کے ہاتھوں میں ایک فولڈر تھا۔

''مجھے تم سے کچھ مانگنا ہے۔اور تم انکار نہیں کرو گے۔''وہ نرمی بھری قطعیت سے کہہ رہی تھی۔

''کہو۔''ہوا کا جھونکا آیا اور درخت سے ڈھیر سارے پھول نیچے آن گرے۔کچھ عصرہ کے بالوں اور کندھوں پہ ٹھہر گئے۔کچھ فاتح کے مفلر پہ۔

''میں ایک کاغذ پہ تمہارے سائن لینا چاہتی ہوں۔بغیر کوئی سوال کیے تم ان پہ سائن کردو گے کیا؟''

فاتح نے اچنبھے سے فولڈر کو دیکھا۔''اس میں کیا ہے۔''

''کچھ بھی نہیں۔''وہ مسکرائی۔''اگر بتایا تو تم لمبی بحث کرو گے۔بس بنا سوال کے سائن کردو۔میری بات مان لو۔''

''بلینک ڈاکومنٹ پہ سائن؟''

''تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے؟''اس نے مان سے فاتح کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔''کیا میں کوئی ایسا کام کرسکتی ہوں جو ہماری فیملی کے لیے خطرہ بنے؟''

اس کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے۔وہ مسکرا دیا۔

''پین دو۔''ہاتھ بڑھایا تو عصرہ نے مسکرا کے پین اس کی طرف بڑھایا۔اس نے پین پکڑا اور فولڈر کھولنے لگا۔اس میں تین کاغذ تھے اور وہ اسٹیپل نہیں ہوئے تھے۔

ہوا کا ایک سرد جھونکا آیا اور کاغذ پھڑپھڑائے۔ساتھ ہی بہت سے پھول چھم سے نیچے آن گرے۔کاغذ پتیوں سے گلابی ہوگیا۔

''آپ کو یاد ہے.....ہے نا؟''ایڈم کی آواز پہ وہ چونکا۔وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔سانس روکے۔پل بھر میں فاتح واپس اپنے آفس میں آ گیا۔

''کسی نے آپ کو یہ کاغذ سائن کرنے کو دیے تھے کیا؟''ایڈم اندازہ لگا رہا تھا۔

فاتح نے ابرو اچکائے'اور فائل بند کر کے اس کی طرف بڑھائی۔

''میں نے کہا نا'میں اس عبارت کو نہیں پہچانتا۔''انداز خشک ہوگیا۔

''کیونکہ جب آپ نے دستخط کیے تو عبارت لکھی ہی نہیں گئی تھی۔آپ کو بلینک کاغذات دیے گئے تھے۔''وہ رکا۔''عصرہ بیگم......انہوں نے بنائی تھی یہ کمپنی'رائٹ؟''

''میری بیوی مر چکی ہے۔اس کو اس معاملے میں مت گھسیٹو۔''اس کا لہجہ ایک دم سخت ہوگیا'مگر ایڈم کو جیسے سارا معاملہ سمجھ آ رہا تھا۔

''سر.....آپ مجرم نہیں ہیں کیونکہ آپ کو نہیں معلوم تھا ان میں کیا ہے۔مگر مسز عصرہ آپ کو ایسے سکینڈل میں پھنسا کے چلی گئی ہیں جو آپ کا کیریئر برباد کرسکتا ہے۔''

''میں نے کہا نا'مجھے یہ کاغذ یاد نہیں ہیں۔تم نے ان کو لیک کرنا ہے'کردو۔میرا واحد کنسرن فی الوقت تالیہ ہے۔اس کو

ڈھونڈنا مت بھولنا۔'' ایڈم گہری سانس لے کر اٹھا۔

''یعنی یہ کاغذ سچے تھے۔ میں درست تھا۔ آئی ایم سوری، سر۔ مگر مجھے ان کو عوام کے حوالے کرنا ہوگا۔ پورا سچ بولنا بھی آپ نے ہی مجھے سکھایا تھا۔''

فاتح ماتھے پہ بل ڈالے اسے دیکھے گیا۔ وہ اب مڑ کے دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

وہ آف شور کمپنی اس کے دستخط سے بنی تھی مگر فاتح کے کسی ٹیکس ریٹرن، یا الیکشن کے کاغذات نامزدگی میں اس کمپنی کا کوئی ذکر نہیں تھا جو کہ ایک جرم تھا۔

ہر امیدوار کو الیکشن لڑتے وقت اپنی ہر کمپنی، گھر، زمین، بینک اکاؤنٹ وغیرہ ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ اسے ''اثاثہ جات ظاہر کرنا'' کہتے ہیں۔ یوں عوام خود دیکھ سکتے ہیں کہ یہ پہلے کتنا امیر تھا اور اب کتنا امیر ہے۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ کوئی ناجائز پیسا تو نہیں بنا رہا۔ یوں اس کے الیکشن سے پہلے اور بعد کے اثاثوں میں زمین آسمان کا فرق آ جائے گا۔ سیاستدانوں کو بالخصوص ہر سال ٹیکس فائل کرتے وقت بھی اپنے اثاثے دکھانے ہوتے ہیں تاکہ ان کی کریڈیبلٹی شفاف رہے۔

آف شور کمپنی بنانا جرم نہیں تھا۔ اسے بنانے کے بعد چھپا لینا جرم تھا۔ اس پہ ٹیکس نہ دینا، اور اس کو ظاہر نہ کرنا جرم تھا۔

اور فاتح کو معلوم تھا کہ وہ شدید مشکل میں گرفتار ہونے والا ہے۔

☆☆=========☆☆

کتابوں کے مقبرے میں دن رات یکساں تھے۔ کون سا پہر تھا، کیا وقت ہوا تھا، کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔

تالیہ انگلیاں مروڑتی، بے چینی بک ریکس کے درمیان ٹہل رہی تھی۔ ہڈ پیچھے گرائے، بالوں کو گول مول باندھے، وہ بے رونق، زرد چہرے کے ساتھ بار بار کنپٹیوں کو چھوتی جیسے سوچ سوچ کے دماغ تھکنے لگا ہو۔

اس کے آپشنز کیا تھے؟ فرار کے کون سے راستے دستیاب تھے؟

کنکھیوں سے اسے وہ ریک نظر آ رہا تھا جس میں نیلی جلد والی کتاب ہنوز اسے تمسخر سے دیکھ رہی تھی۔ اس روز تالیہ نے اسے اٹھانے کے سند لمحے بعد واپس رکھ دیا تھا مگر آج... آج لگتا تھا کہ کوئی راستہ نہیں بچا۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس تک آئی اور دھڑکتے دل سے وہ کتاب نکالی۔

اس کے صفحے وقت گزرنے کے باعث بھربھرے ہو رہے تھے۔ ہاتھ لگانے سے کنارے ٹوٹنے لگتے تھے۔ اس نے کھڑے کھڑے احتیاط سے صفحے پلٹائے۔

''اگر تم زندگی سے مایوس ہو چکے ہو.... اور ہر چیز تمہارے خلاف جا رہی ہے.... اور تم مرنا چاہتے ہو تو مزید تکلیف کیوں

اٹھاتے ہو؟"

اس کی پلکیں بھیگنے لگیں۔ کتنی ظالم سطور تھیں وہ۔

"تم پہلے ہی بہت اذیت سہہ چکے ہو۔

اب خود کو ایسے طریقے سے فنا کرو جس میں خوشی ہو' آرام ہو۔ اور تکلیف نہ ہو۔

جیسے تم بادلوں میں اڑ رہے ہو۔

بنا درد کے مرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں اس کی تیاری کرنا سکھاتا ہوں۔

یہ میرے تین زہر ہیں جو تمہاری جان ایسے لیں گے کہ تمہیں درد محسوس نہیں ہوگا۔

یوں جیسے مکھن سے بال نکلتا ہے۔ یوں تمہاری روح....."

اس نے جھرجھری لے کر کتاب زور سے بند کی۔ گرد باہر کو اڑی۔ اس نے جلدی سے اسے واپس رکھا اور اس کی طرف پشت کر لی۔ کسی قدیم زمانے کے شکار باز کی لکھی یہ کتاب بہت ڈراؤنی تھی۔

اور جو خیال اس کے ذہن میں پنپ رہا تھا' وہ زیادہ خوفناک تھا۔ ابھی اس کو ایسا کچھ نہیں سوچنا تھا۔ ابھی وہ اپنی اس زندگی پہ give up نہیں کرے گی۔ اس کو مقابلہ کرنا تھا۔ سارے آپشن آزمانے ہوں گے۔

یہ کتاب اس کا آخری آپشن ہوگی۔ ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔

وہ ایک کونے میں دیوار سے کمر ٹکائے بیٹھ گئی اور موبائل کھولا۔ پھر چونکی۔

ایڈم کے نام سے ٹوئیٹر بھرا پڑا تھا۔ اس نے بنگارایا ملایو کا دوسرا حصہ ریلیز کر دیا تھا اور اس میں وان فاتح کا نام بھی تھا۔

چار دن گزر چکے تھے۔ تالیہ نے کراہ کے آنکھیں بند کیں۔ ہر چیز اس کے اور اس کے عزیز لوگوں کے خلاف جا رہی تھی۔

ایک دوست موت کے قریب ہو اور دوسرے کا سیاسی کیریئر برباد ہونے جا رہا ہو....تو ایسے میں کوئی راستہ کیسے نکل سکتا تھا؟ اب وہ کیا کرے؟

☆☆=========☆☆

اگلی صبح کے ایل کے باسیوں کے لئے ایک نیا دن طلوع ہوئی تو بہت سے لوگوں کی زندگیاں بدلنے لگیں۔

وان فاتح کی رہائشگاہ پہ وہ صبح اداسی لائی تھی۔

وہ لاؤنج کی کھڑکی کے ساتھ کھڑا تھا۔ سوٹ ٹائی میں ملبوس' وہ آفس کے لئے تیار تھا مگر باہر نہیں نکلا تھا۔ ماتھے پہ بل ڈالے وہ چبھتی نظروں سے باہر دیکھ رہا تھا۔

پورچ کے آگے چھوٹے گیٹ سے باہر کھڑے رپورٹرز کا ہجوم نظر آ رہا تھا۔ وہ رات سے یہیں تھے۔ وہ اس کے نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔ کل ایڈم کی کتاب ریلیز ہوئی تھی اور تب سے اب تک وہ اب فاتح رپورٹرز کے ہاتھ نہیں آیا تھا۔

وہ اس کے گھر اور آفس کے سامنے ڈیرہ ڈال کے بیٹھ گئے تھے۔ وہ غصے میں تھے۔ وہ ہرٹ تھے۔ صوفیہ تو ایسی ہی تھی مگر فاتح؟ اس نے بھی اپنی کمپنی چھپائی تھی؟ وہ اس کے منہ پہ اس کے سارے لیکچرز' اس کے سارے بڑے بول دے مارنے کے منتظر تھے۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتے تھے کہ اس نے اپنی آف شور کمپنی کیوں بنائی تھی اور کیوں چھپائی تھی؟ اور صوفیہ کے ساتھ ڈی بیٹ میں بانگ دہل کیوں دعویٰ کیا تھا کہ اس کی کوئی چھپی ہوئی جائیداد نہیں ہے؟

''ڈیڈ!''

آواز پہ وہ چونکا۔ سکندر لاؤنج کے وسط میں کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پہ خوف و ہراس تھا۔

''اب ہم اسکول کیسے جائیں گے؟''

''اوہ سکندر!'' وہ اس کے قریب آیا اور پنجوں کے بل نیچے بیٹھا۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ تھامے اور اس کی خوفزدہ آنکھوں میں جھانکا۔ ''تم میرے بیٹے ہو۔ تم بہت بہادر ہو۔''

''جولیانہ صبح سے رو رہی ہے۔ ٹی وی پہ سب کہہ رہے ہیں کہ آپ بھی اتنے ہی مجرم ہیں جتنی صوفیہ رحمٰن۔'' سکندر کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ ''ڈیڈ.... یہ سب کیا ہو رہا ہے؟''

''میری بات غور سے سنو' سکندر۔'' وہ نرمی سے کہنے لگا۔ ''ہم فیملی ہیں' اور فیملیز دوسروں کی باتوں پہ یقین کر کے کبھی آپس میں لڑائیاں نہیں کرتیں۔ یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں تمہارے باپ کے خلاف۔ میں نے یا تمہاری ماں نے کبھی کوئی ایسا غلط کام نہیں کیا۔ تم جو سنو' اس کو ذہن سے نکالتے جاؤ۔''

''ماما نے بھی نہیں کیا تھا نا یہ؟'' نہ جانے کیوں سکندر نے پوچھا تھا۔

''ہرگز نہیں۔'' وہ تیزی سے بولا۔ ''تمہاری ماں ایک بہت اچھی عورت تھی اور کوئی اس کے بارے میں جو بھی کہے' تم ہمیشہ یاد رکھو گے کہ وہ بہترین عورت تھی۔'' وہ جیسے بے چین ہو گیا تھا۔

اس کے بچے ایک دفعہ اپنی ماں کھو چکے تھے۔ وہ دوسری دفعہ اسے کھونے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔

''آج تم اسکول نہ جاؤ۔ آرام کرو۔ میں جولیانہ کو دیکھتا ہوں۔'' وہ سیدھا کھڑا ہوا اور موبائل نکالتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

جب وہ سکندر کی پہنچ سے دور ہو گیا تو اس نے کال ملا کے فون کان سے لگایا۔

''ایلش.....'' اور گہری سانس لی۔

''آبنگ.....یہ آپ نے کیا کر دیا ہے؟'' وہ گویا سر ہاتھوں میں دے بیٹھا تھا۔ میڈیا' سوشل میڈیا' ہر جگہ غم و غصے کا طوفان برپا تھا۔

''میں اس سب کا مقابلہ کر لوں گا۔ مگر بچے..... میں ان کو اس ماحول میں نہیں رکھ سکتا۔ وہ ذہنی مریض بن جائیں گے۔'' وہ شدید پریشان لگتا تھا۔

''ظاہر ہے۔ میں چار دن سے یہی کہہ رہا ہوں۔ خیر آپ فکر نہ کریں۔ میں آ رہا ہوں آپ کی طرف اور میں آج ہی بچوں کو حرمت کاکا کے پاس باہر بھجوانے کا انتظام کرتا ہوں۔'' وہ رکا اور توقف سے بولا ''میں بھی کچھ دن کے لئے ان کے ساتھ چلا جاؤں گا۔ وہ سیٹ ہو جائیں گے تو میں آ جاؤں گا۔''

فاتح کے لبوں پہ زخمی مسکراہٹ بکھر گئی۔

(اشعر بھی میڈیا کے سوالوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ فاتح کے دفاع میں جھوٹ بول کے اپنی کریڈیبلٹی خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یعنی اس سارے بکھیڑے میں وہ اکیلا ہی تھا۔ مگر خیر... فی الوقت اسے اشعر کے اس اقدام کی ضرورت تھی۔)

''تھینک یوُ ایش۔''

''اینی ٹائم' آبنگ۔'' پھر وہ رکا۔ ''مجھے معلوم ہے کہ یہ کمپنی آپ کی نہیں ہے۔ نہ آپ نے یہ بنائی ہو گی مگر.....'' وہ ہچکچایا۔ ''کیا کاکا نے آپ کے نام سے.....'' وہ بھی اپنی بہن سے واقف تھا۔

''عصرہ نے کچھ نہیں کیا۔'' فاتح تیزی سے بولا۔ ''اور میں کسی کو اجازت نہیں دوں گا کہ وہ ایک مری ہوئی عورت کو اس معاملے میں گھسیٹے۔ تمہیں بھی نہیں۔'' اور موبائل نیچے کرتے ہوئے زور سے سرخ بٹن دبایا۔

پھر ٹائی درست کی اور جولیانہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اپنی بیٹی کو تسلی دے کر اسے باہر جانا تھا' اور صرف ایک کمنٹ دینا تھا۔

اسے جھوٹ اور سچ دونوں سے احتراز کرنا تھا۔

''نو کمنٹس۔ میں کسی کی ٹوئیٹس یا آن لائن کتابوں پہ تبصرہ نہیں کر سکتا۔ نہ میرے پاس ایسے کاغذات کو نظر بھر کے دیکھنے کا وقت ہے۔ جب مجھے عدالت نوٹس سرو کرے اور کسی کورٹ میں بلایا جائے' تب میں ان کو دیکھوں گا اور بتاؤں گا کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔''

اسے یہ جواب دینا تھا۔ یہ جواب سب کو چپ کروا دے گا۔ مگر زیادہ سے زیادہ دو دن تک۔ اور اس کے بعد؟



وہ صبح ایڈم بن محمد کے لئے بھی کچھ نیا لائی تھی۔

وہ تیار ہو کے باہر برآمدے میں آیا تو اس کا باپ باغیچے میں کرسی ڈالے بیٹھا' دھوپ سینکتا اخبار پڑھنے میں مصروف تھا۔اس کے لبوں پہ فخریہ مسکراہٹ تھی۔ ماں بھی کندھے کے ساتھ کھڑی جھک کے اخبار پہ جھانک رہی تھی۔میز پہ چند دوسرے اخبار بھی رول ہوئے رکھے تھے۔

آج اخبارات' ٹویٹر اور ٹی وی چینلز صرف ایڈم بن محمد کا ذکر کر رہے تھے یا وان فاتح کا۔اس نے دھوپ میں بیٹھے ان دونوں بوڑھوں کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا' اور دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔آہستہ سے نکلا اور باہر کھڑی اپنی کار کی طرف آیا۔دروازے کے شیشے میں اپنا عکس نظر آیا تو وہ مسکرا دیا۔

کوٹ کے اندر ہائی نیک پہنے' وہ ہلکی بڑھی شیو اور سلیقے سے کٹے بالوں کے ساتھ کافی اچھا لگ رہا تھا۔اس کے کندھوں کا سارا بوجھ اتر چکا تھا۔اس نے سچائی کے ساتھ قوم کی امانت ان تک پہنچا دی تھی۔اپنا فرض نبھا دیا تھا۔دوست' دشمن' دونوں کو ایک پیمانے پہ رکھ کے فیصلہ کیا تھا اور وہ ایک دم بہت ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔

کار میں بیٹھنے سے پہلے دو تین محلے داروں نے اسے دیکھ کے مسکرا کے ہاتھ ہلائے تھے۔وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

وقت کتنا بدل گیا تھا۔کہاں وہ ایک بزدل شخص تھا۔کم اعتماد' مستقبل سے پریشان' مایوس سا ایڈم جس کو اپنا مستقبل تاریک نظر آتا تھا.....اور کہاں.....اس نے بیک مرر درست کیا اور مسکرا کے کار اسٹارٹ کی.....اور کہاں یہ ایڈم تھا۔

پر اعتماد' نڈر' بہادر۔اس کا مستقبل روشن تھا۔لوگ اس سے پیار کرتے تھے اور وہ اسی طرح اپنے ملک کی خدمت کرنا چاہتا تھا۔اب کوئی اسے اس کے رنگ کی بنا پہ کسی جگہ سے نہیں نکال سکتا تھا۔کوئی اسے کسی تمغے سے محروم نہیں رکھ سکتا تھا۔اب کوئی ایڈم بن محمد کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

وہ بالآخر ایک آزاد انسان بن چکا تھا۔

جب اس نے یہ سوچا تو آٹھ بج کے اکیس منٹ تھے۔

کار کو چند بلاک دور لے جانے میں اسے سات منٹ لگے۔

ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے وہ مرکزی شاہراہ پہ کار ڈال رہا تھا اور عین اسی وقت.....فضا تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی تھی۔

تڑتڑ چلتی اندھا دھند گولیاں کار کے شیشوں سے ٹکرائیں۔چھناکے سے کانچ ٹوٹا۔اس نے بریک لگانی چاہی مگر کار بے قابو ہو گئی۔وہ تیزی سے نیچے ہوا۔گولیوں کی بوچھاڑ رک گئی مگر کار سنبھالتے سنبھالتے دائیں طرف ایک درخت میں جا لگی۔

رفتار کم تھی اس لئے اسے محض زور سے جھٹکا لگا۔سیٹ بیلٹ اور ائیر بیگز نے بروقت اسے بچالیا۔اس نے ماتھا ائیر بیگ سے اٹھایا اور بے یقینی سے اطراف میں دیکھا۔

ونڈ اسکرین پہ کانچ ٹوٹنے کے باعث مکڑی کا جالہ سا بنا تھا۔سائیڈ شیشہ آدھا ٹوٹ چکا تھا اور کانچ اس کے ہاتھوں پہ آ لگا تھا۔سوائے چند خراشوں کے بظاہر اسے کوئی چوٹ نہ آئی تھی۔۔مگر......

اس کا سانس رک چکا تھا۔لب ادھ کھلے تھے جیسے وہ اس قاتلانہ حملے پہ دنگ رہ گیا ہو۔موت کا خوف واپس آ گیا تھا جسے وہ دبا کے سلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

یہ سائمن کے بندے نہیں تھے جو چند ٹھوکریں مار کے چلے گئے تھے۔یہ اندھی گولیاں تھیں جو ایک دفعہ چوک گئی تھیں مگر ہر دفعہ نہیں چوکیں گی۔ یہ ڈرانے کے لئے بھی نہیں ماری گئی تھیں۔اس نے کل صرف فاتح کا نام نہیں باہر نکالا تھا۔اس نے بیسیوں طاقتور آدمیوں کے راز افشاء کیے تھے۔

یہ انتقامی وار تھا۔اور یہ بہت دلخراش تھا۔

وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔بونٹ سے دھواں نکل رہا تھا اور لوگ اردگرد جمع ہو رہے تھے۔کوئی اندر جھانک کے پوچھ رہا تھا کہ وہ ٹھیک ہے اور کوئی پولیس کو کال کر رہا تھا....مگر وہ بس تیز تیز سانس لے رہا تھا۔

وہ ٹھیک نہیں تھا۔ظاہر ہے کہ وہ ٹھیک نہیں تھا۔

وہ ڈر گیا تھا۔سہم چکا تھا۔اس کا سارا اعتماد چکنا چور ہو چکا تھا۔اور آزادی کے پر ٹوٹ گئے تھے۔

موت کو اتنا قریب دیکھ کے اسے احساس ہوا تھا کہ ہر دوسرے انسان کی طرح وہ بھی موت سے ڈرتا تھا۔وہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔کم از کم اب وہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔

☆☆==========☆☆

ایڈم انہی قدموں پہ گھر واپس آیا مگر اس کا چہرہ وہ نہیں تھا جس کے ساتھ وہ گیا تھا۔وہ لٹھے کی مانند سفید ہو رہا تھا۔

”تمہاری کار کو کیا ہوا؟ اور تم کسے کال کر رہے ہو؟“

وہ جس طرح دیوانہ وار فون ملاتا ہوا اندر داخل ہوا تھا' باغیچے میں کھڑے اس کے باپ نے حیرت سے پوچھا تھا۔

ایبو جو برآمدے میں پودوں کو پانی دے رہی تھی' وہ بھی رک کے اسے دیکھنے لگی۔

”پولیس کو۔ مجھے رپورٹ کروانی ہے۔“فون کان سے لگائے وہ گہرے سانس لیتا کہہ رہا تھا۔اس کے ماں باپ نے پریشان نظروں کا تبادلہ کیا مگر خاموش رہے کیونکہ رابطہ مل چکا تھا اور ایڈم تیز تیز بولتا سارا وقوعہ بتا رہا تھا۔

اس نے فون رکھا اور باپ کا چہرہ دیکھا تو وہاں بھی وہی خوف تھا۔ اور پریشانی بھی۔ وہ دونوں سب سن چکے تھے۔

”یہ کس نے کروایا ہے؟“

”میں نے بہت سے لوگوں کے نام لیک کیے ہیں۔ کوئی بھی کروا سکتا ہے۔ اور مزے کی بات.... اگر ایک شخص مدِ مقابل ہوتا تو اس پہ شک جاتا۔ اب اتنے سارے لوگوں کی وجہ سے بندہ کس پہ شک کرے؟“

وہ مضطرب سا کہہ رہا تھا۔

”تم.... تم پریس کانفرنس کرو اور لوگوں کو بتاؤ کہ....“ باپ پریشانی کے عالم میں کہنا چاہ رہا تھا مگر ایڈم نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔

”اس سے کیا ہوگا؟ کوئی ایک آدمی ہوتا تو میں کہتا کہ اگر مجھے کچھ ہوا تو میرا خون اس کے ذمے ہے مگر کتنے لوگوں پہ شک کروں؟ پبلک مجھے نہیں بچا سکتی۔ یہ سلسلہ اب نہیں رکے گا۔“

پھر اس نے موبائل کی اسکرین باپ کو دکھائی۔

”یہ میرے میگزین کے دفتر کی فوٹیج ہے۔ اور یہ (سوائپ کیا) پبلشر کے آفس کی۔ یہاں بھی فائرنگ ہوئی ہے۔ دو افراد زخمی ہوگئے ہیں۔“

”تم خوفزدہ ہو ایڈم؟“ ابیو تشویش سے دیکھتی قریب آئی۔ وہ تینوں اب تکون صورت گھاس پہ کھڑے تھے۔ چمکتی دھوپ میں چار دیواری پہ لگے کانچ کے ٹکڑے چمک رہے تھے۔

”میں بہت خوفزدہ ہوں' ماں۔“ اس کے ماتھے پہ پسینہ تھا۔ ”میں مرنا نہیں چاہتا۔ اور یہ سب یہاں نہیں رکے گا۔ وہ آپ لوگوں کو بھی نقصان دے سکتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ دونوں کچھ عرصے کے لئے گاؤں چلے جائیں۔ خالہ کے پاس۔“

”کیا موت گاؤں میں نہیں آسکتی؟“ ابیو نے باری باری دونوں کو دیکھا تو ایڈم زچ ہوگیا۔ وہ اس وقت نصیحت نہیں برداشت کر سکتا تھا۔

”میں آپ کو محفوظ رکھنا چاہتا ہوں' ابیو۔“

”موت ہی زندگی کی حفاظت کرتی ہے' ایڈم۔ کوئی نہیں جانتا وہ کس زمین پہ مرے گا۔ اور تمہارے تایا نے کہا تھا کہ اگر تم سچ بولو گے اور.....“

”کاش تایا نے اپنے خواب کے آخر میں یہ بھی بتایا ہوتا کہ سچ بولنے کے بعد کیا ہوگا۔“

تلخی سے کہہ کے وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔

ایڈم بن محمد کو آج کے واقعے کے بعد اس بات میں کوئی شک نہیں رہا تھا کہ وہ موت سے نہیں بھاگ سکتا۔وہ عرصے سے اس کے تعاقب میں تھی۔اسے اب اس مسئلے کا حل ڈھونڈنا تھا۔

اسے تالیہ کو ڈھونڈنا تھا۔صرف وہی اس کو اس مشکل سے نکال سکتی تھی۔کیونکہ اس کے پاس ہمیشہ پلان ہوتا تھا۔

ایڈم کمرے میں آیا اور گزشتہ روز کے اتارے ہوئے کوٹ کی جیب سے وہ چٹ نکالی جس پہ ذوالکفلی کا پتہ درج تھا۔اسے اس شخص کو ڈھونڈنا تھا۔وہی جانتا ہوگا کہ تالیہ کہاں جا سکتی ہے۔

☆☆==========☆☆

کتابوں سے بھرے تہہ خانے میں اس نے موم بتیاں جلا رکھی تھیں۔مصنوعی بتیاں بجھا رکھی تھیں۔وہاں خوف تھا' اور اداسی تھی۔وہ میٹ پہ آلتی پالتی کیے یوگا کے پوز میں بیٹھی آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔سینکڑوں کتابیں خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔وہ بار بار جیسے کچھ سوچتی' اور پھر سر جھٹکتی....

تالیہ مراد پریشان اور خوفزدہ تھی.....اداس تھی.....اکیلی تھی.........

بی این کے آفس میں فاتح کرسی پہ بیٹھا' بے توجہی سے فائلز دیکھ رہا تھا۔پھر اس نے ٹائی ڈھیلی کرتے ہوئے ٹی وی اسکرین کو دیکھا۔اور ریموٹ اٹھا کے آواز بلند کی۔

اینکر گلا پھاڑ کے وان فاتح کی مبینہ آف شور کمپنی کے بارے میں لوگوں کو بتا رہی تھی۔اسکرین پہ بار بار فاتح اور صوفیہ کی میوزیم کی ڈی بیٹ کا وہ منظر چلایا جا رہا تھا جس میں فاتح نے بانگِ دہل کہا تھا کہ اس کی کوئی بے نامی جائیداد نہیں ہے۔اس نے چینل بدلا۔ہر جگہ یہی تھا۔اس نے بے زاری سے بٹن دبا کے ٹی وی کو خاموش کرایا اور پیچھے ٹیک لگا لی۔

وان فاتح پریشان تھا.....خوفزدہ تھا.....اداس تھا.....اکیلا تھا.........

بس سرسبز بیلٹ کے درمیان سڑک پہ رفتاری سے تیز رواں دواں تھی۔مسافر نشستوں پہ بیٹھے کھڑکی سے باہر کا نظارہ کر رہے تھے۔کچھ فونز اور آئی پیڈز پہ لگے تھے۔ایڈم البتہ بالکل گم صم سا کھڑکی سے باہر بھاگتے درخت دیکھ رہا تھا۔وہ ملاکہ جا رہا تھا اور اسے نہیں معلوم تھا کہ تالیہ کو کیسے ڈھونڈنا ہے۔سوائے ذوالکفلی کے کوئی نشانی' کوئی طریقہ' کچھ بھی اس کے پاس نہ تھا۔وہ کہاں تھی' اور اس کو کیسے ڈھونڈا جا سکتا تھا؟ اگر وہ اسے ڈھونڈ نہ پایا تو ایڈم کو موت کے اس تعاقب سے کوئی نہیں بچا

پائے گا۔

ایڈم بن محمد پریشان تھا.....خوفزدہ تھا.....اداس تھا.....اور اکیلا تھا۔

☆☆==========☆☆

مغرب کا نیلگوں اندھیرا وان فاتح کی رہائشگاہ پہ پھیل رہا تھا۔گیٹ کھلے تھے اور اس کی کار اندر داخل ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔کھڑکی کے شیشے سے فاتح نے دیکھا' اس کے لان میں دولت کھڑا تھا۔ سینے پہ بازو لپیٹے'وہ منتظر مسکراہٹ کے ساتھ کار کو آتے دیکھ رہا تھا۔

فاتح کے ماتھے پہ شکنیں نمودار ہوئیں۔لب بھنچ گئے۔وہ کوٹ کا بٹن بند کرتا باہر نکلا اور نیلے اندھیرے میں ڈوبتے لان کی طرف آیا۔

''السلام علیکم فاتح۔امید ہے سب خیریت ہوگی۔'' دولت دوستانہ انداز میں مسکرایا۔

فاتح نے زیرِلب اس کے سلام کا جواب دیا اور اکھڑے اکھڑے انداز میں کہتے ہوئے قریب آیا۔

''تم نے تالیہ کو ڈھونڈ لیا ہے؟ اگر نہیں تو میں تمہاری اپنے گھر میں موجودگی غیر ضروری سمجھتا ہوں۔''

''نہیں۔ابھی تک ہم اس کو نہیں ڈھونڈ سکے۔مگر....'' دولت نے اعتراف کرتے ہوئے ٹھنڈی سانس بھری۔اب وہ دونوں لان میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔

''چونکہ تم چائے نہیں پیو گے اس لئے تم جا سکتے ہو۔''

وہ اسی درشتی سے کہتا گھر کی طرف مڑ گیا۔اسے اس آدمی سے مزید کوئی بات نہیں کہنی تھی۔

''فاتح....میری بات سنو۔'' دولت اس کے پیچھے لپکا۔''میں جانتا ہوں تم اب مجھے اپنا دوست نہیں سمجھتے کیونکہ تمہیں میری جاب سے اختلاف ہے مگر تم نے کبھی سوچا کہ تمہارے دوستوں کو بھی برسوں سے تمہاری سیاسی پالیسیز سے اختلاف ہوتا ہوگا' مگر انہوں نے پروفیشنل معاملات کی وجہ سے پرسنل تعلقات کو کبھی خراب نہیں کیا۔''

وہ پورچ تک پہنچا تھا جب پیچھے آتے دولت کی بات پہ رکا اور گردن موڑ کے اسے دیکھا۔

''تم تالیہ کو میرا نام لے کر....دھوکہ دے کر....اس قید میں لے کر گئے تھے جس نے اس لڑکی کو اتنا ہرٹ اور خوفزدہ کر دیا کہ وہ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی قانون پہ بھروسہ نہیں کر پا رہی۔''

لان میں اندھیرا گہرا ہونے لگا تو ایک ملازم نے پورچ کی بتیاں جلا دیں۔(باقی ملازم اور گارڈ ادھر ادھر کھسک گئے۔)

پورچ ایک دم روشنی میں نہا گیا تو دولت کو اس کا چہرہ واضح نظر آیا جس پہ شدید غصہ تھا۔اس نے بے بسی سے ماتھے کو چھوا۔

''فاتح....فاتح....وہ کوئی بے گناہ لڑکی نہیں ہے۔وہ اسکامر ہے۔چور اور فراڈ۔''

وان فاتح ایک قدم آگے آیا اور افسوس سے دولت کی آنکھوں میں جھانکا۔

''تم خود کو اس لڑکی کی جگہ پہ رکھ کے سوچ سکتے ہو؟ایک دفعہ دولت تم اپنے تعصب کو بھلا کے....صرف اس لڑکی کا سوچو جو ایک سیاہ زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی۔وہ میرے لئے'اپنے سیاسی آئیڈیلز کے لئے کام کر رہی تھی۔اس نے معاشرے میں عزت بنائی تھی۔وہ خوش تھی۔وہ غلط راستے کو چھوڑ چکی تھی کیونکہ میں نے اسے کہا تھا'اچھائی پہ چلنے کے اچھے نتائج پر یقین رکھو۔اور تم لوگوں نے کیا کیا؟''

وہ تکلیف بھرے انداز میں پوچھ رہا تھا۔دولت خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

''جب کوئی اچھا بننا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ ایسے کرتے ہیں کیا؟پروموشن کے لئے.....اپنا نام خبروں میں دیکھنے کے لئے کسی اچھے انسان کو یوں بدنام کرتے ہیں کیا جیسے تم کر رہے ہو؟''

دولت کی آنکھوں میں بھی تاسف ابھرا۔''You're a man in love''

فاتح نے سر جھٹکا۔''میرے جذبات تمہارا کنسرن نہیں ہیں۔تم اپنی پروموشن کی فکر کرو۔''

مگر اس سے پہلے کہ وہ واپس مڑتا'دولت تیزی سے بولا۔

''میں برا ہوں'ٹھیک ہے۔مگر تم اس کے لئے کچھ اچھا کیوں نہیں کرتے۔''

وان فاتح ٹھہر گیا۔بالآخر دولت اس کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔اسے خاموش دیکھ کے وہ تیز تیز کہنے لگا۔

''وہ تم سے ضرور رابطہ کرے گی۔تم جانتے ہو کہ اس کا بھاگنا اس کو مزید مشکوک بنا رہا ہے۔تم اس کو سمجھاؤ۔اس کی بھلائی کے لئے کہ اگر وہ بے گناہ ہے تو واپس آ جائے۔بجائے اس کے کہ ہم اس کو پکڑیں.....وہ خود آ جائے....اور باعزت طریقے سے گرفتاری دے دے۔میں وعدہ کرتا ہوں(سینے پہ ہاتھ رکھ کے بولا)کہ میں اسے کسی مجرم کی طرح گرفتار نہیں کروں گا۔میں اس کو میڈیا کے سامنے ہتھکڑی بھی نہیں لگاؤں گا۔میں رپورٹرز کو بتاؤں گا کہ وہ ملک سے باہر تھی'وہ بیمار تھی'اسی لئے وہ آ نہیں سکی اتنے دن۔وغیرہ وغیرہ۔مگر اس نے خود ہم سے رابطہ کر لیا تھا اور وہ خود اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر رہی ہے۔کورٹ میں'میں تالیہ کے خلاف ہی رہوں گا'مگر اس کی گرفتاری تک...میں اس کو.....بےعزت نہیں کروں گا۔''

وہ رکا اور فاتح کے خاموش چہرے کو دیکھ کے ٹھہر ٹھہر کے کہنے لگا۔

''لیکن.....دوسرا امکان سوچو...اگر ہم نے اسے خود گرفتار کیا....اور ہم اسے گرفتار کر لیں گے.....تو تم وہ منظر جانتے ہو کیسا ہو گا؟ایک عورت کو ہتھکڑیاں لگا کے'سر جھکائے'پولیس کے نرغے میں تھانے تک لایا جانا.....کیا لگے گا ٹی وی چینلز کی اسکرین

پہ؟ کیا تم چاہتے ہو کہ تالیہ کے ساتھ یہ ہو؟''

فاتح خاموش نظروں سے اسے دیکھے گیا تو دولت نے دہرایا۔''فاتح...کیا تم اس کو گرفتاری دینے کے لئے راضی کرو گے؟ اگر ہاں تو...میں یہ گارنٹی دیتا ہوں کہ.....''

''تم یہ گارنٹی لکھ کے دے سکتے ہو؟''

وہ بات کاٹ کے سپاٹ سا بولا تو دولت نے گہری سانس لی اور جیب سے ایک لفافہ نکال کے اس کی طرف بڑھایا۔

''مجھے معلوم تھا تم یہی کہو گے۔اسی لیے گارنٹی ساتھ لایا ہوں بلیک اینڈ وائٹ میں۔اس کو راضی کرو' فاتح...اس کے اپنے لئے اسے راضی کرو۔''

فاتح نے کاغذ کھول کے دیکھا۔پورچ کی تیز روشنی میں دھندلی نظر دوڑانے کے باوجود اسے تحریر سمجھ آ گئی۔اس نے ہلکے سے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

''اگر اس نے مجھ سے رابطہ کیا...تو میں کوشش کروں گا۔اور چونکہ تم چائے نہیں پیو گے' اس لئے تم جا سکتے ہو۔''اسی بے رخی سے کہہ کے کاغذ لئے وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔دولت روشنیوں میں نہائے پورچ میں کھڑا مسکرا کے اسے جاتے دیکھنے لگا۔

☆☆=========☆☆

ذوالکفلی کے گھر کی راہداری میں لکڑی کا تختہ باہر ہٹا تھا' کیونکہ تالیہ کچھ دیر پہلے اوپر آئی تھی۔سارے گھر میں اسی طرح مدھم بتیاں جلی تھیں۔دیوان خانے میں ساحر دوزانو بیٹھا' چھوٹی میز پہ کاغذ رکھے کچھ لکھ رہا تھا۔

''اتنی دیر سے خاموش کیوں بیٹھی ہو' پتری تالیہ؟''وہ سر اٹھائے بنا لکھتے لکھتے بولا۔

وہ سامنے اکڑوں بیٹھی' گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے بیٹھی تھی۔تھوڑی گھٹنے پہ ٹکائے اداسی سے بولی۔''کیا کہوں؟ کچھ کہنے میں دلچسپی ہی نہیں رہی۔''

''مایوس ہو؟''

تالیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔اس کی کنچیل (غزال) جیسی آنکھوں میں زمانے بھر کی اداسی تھی۔ذوالکفلی نے کتاب بند کی' قلم واپس رکھا اور نرمی سے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''میں تمہارے لئے اور کیا کر سکتا ہوں' پتری تالیہ؟''

''تم جانتے تھے کہ میں پتری تاشہ ہوں۔پھر بھی تم مجھے ہمیشہ شہزادی تالیہ کیوں کہتے تھے؟''

"کیونکہ یہی تمہاری اصل شناخت ہے۔ پندرہویں صدی ملاکہ کی "شہزادی" اور آج کی "تالیہ"۔ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔"

تالیہ نے گردن موڑی اور دیوار پہ نصب شیلف پہ رکھی ایک جامنی رنگ کی بوتل کو دیکھا جس کے پیندے میں کچھ سونے کا دمک رہا تھا۔

"کیا تم مجھے وقت میں واپس پیچھے بھیج سکتے ہو؟" وہ حسرت سے اسے دیکھ کے بولی۔

"نہیں تالیہ۔ وقت کی چابی زائل ہو چکی ہے اور وہ دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔ یہ کچھ اور ہے جو میں نے تمہاری ہیئر پن سے بنایا تھا۔ مگر تم دوبارہ وقت کی قید میں جانے کا کیسے سوچ سکتی ہو؟"

"کیونکہ......" اس نے ذوالکفلی کی طرف چہرہ موڑا اور تذبذب سے لب کاٹے۔ "کیونکہ میں اپنے بابا سے ایک آخری دفعہ ملنا چاہتی ہوں...... بس چند لمحوں کے لیے اگر میں پیچھے جاسکوں...."

"آخری دفعہ؟" ذوالکفلی نے غور سے اس کی اداس آنکھوں کو دیکھا۔ "آخری دفعہ تم مراد سے ملنے کے بعد کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"اگر کچھ کر بھی گزروں تو یہ پچھتاوا نہیں رہے گا کہ بابا کو خدا حافظ نہیں بولا تھا۔" وہ دور خلا میں گھورتے ہوئے بے خودی کے عالم میں بولی۔

"مجھے تم سے اب خوف آنے لگا ہے۔ کیا اس موجودہ دنیا سے تمہاری ساری امیدیں ختم ہو گئی ہیں؟"

تالیہ نے نظریں جھکا دیں۔ "نہیں۔ ابھی فاتح ہے۔"

"ہاں۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم بابا سے ملاقات کا نہ سوچو۔ وہ دروازہ اب بند ہو چکا۔"

"مگر بنگارا یا ملایو کے آخری تین ابواب میں لکھا تھا کہ میں واپس گئی تھی ملاکہ میں۔" اسے یاد آیا۔

"وہ ابواب بعد میں مراد راجہ نے لکھوائے تھے۔ تمہارے غائب ہونے کی وجہ اور اپنی عزت بچانے کو۔ وہ سچ نہیں تھے۔ تاریخ کی ساری کتابیں سچ نہیں ہوتیں۔ تم اب واپس نہیں جاسکتیں۔"

اس نے گہری سانس لی۔ "یعنی کہ واپسی کی امید بھی ختم؟ میں نے سوچا تھا کہ اگر اس زندگی سے امید ختم ہو گئی تو میں واپس چلی جاؤں گی۔ مگر تم نے میری وہ امید بھی توڑ دی۔ اب اگر فاتح نے مجھے مایوس کیا تو میں کیا کروں گی؟"

وہ میز پہ کہنیاں رکھ کے آگے کو جھکا اور مسکرا کے کہنے لگا۔ "انسان بہت بڑا سروائیور ہوتا ہے۔ تم اس کو بھی جھیل لو گے۔ یوں کرنا اس ملک سے دور چلی جانا اور نئی زندگی شروع کرنا۔"

تالیہ زخمی سا مسکرائی۔ ''نہیں ذوالکفلی۔ اگر فاتح نے بھی مجھے مایوس کر دیا تو میرے پاس اس زندگی کو جاری رکھنے کے لئے کچھ نہیں بچے گا۔''

''ایسے مت سوچو۔ کم از کم تم ایسے سوچتے ہوئے اچھی نہیں لگتی ہو۔ تم تو بہت بہادر ہو۔ ہم سب سے زیادہ بہادر۔''

وہ اداسی سے مسکراتی رہی۔ ''ٹوٹا ہوا دل انسان سے وہ کام بھی کروا دیتا ہے جن کے بارے میں اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔ مگر خیر..... فکر نہ کرو... مجھے موت کی تکلیف سے بھی ڈر لگتا ہے۔''

دروازے پہ دستک ہوئی تو وہ چونکی۔

''اس وقت کون آیا ہے؟'' وہ تیزی سے اٹھی۔ ایک دم چہرے پہ خوف نظر آنے لگا۔

''میں دیکھتا ہوں۔ تم نیچے جاؤ'' وہ اطمینان سے کہتا اٹھا۔ تالیہ تیزی سے راہداری تک آئی' ٹریپ ڈور ہٹایا' نیچے کودی اور تختہ بند کر دیا۔ ذوالکفلی نے اوپر میٹ برابر کیا اور خود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تالیہ نے ٹریپ ڈور پورا بند نہیں کیا تھا۔ وہ وہیں اوپری زینے پہ کھڑی' کان لگا کے سننے لگی۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

ذوالکفلی نے دروازہ کھولا تو سامنے ایڈم کھڑا تھا۔ اس کی شیو بڑھی تھی' ماتھے پہ بال بکھرے تھے اور شکل سے مضمحل نظر آتا تھا۔

''کیا میں اندر آ سکتا ہوں' ذوالکفلی صاحب؟''

''نہیں' کیونکہ میں آپ کو نہیں جانتا۔ آپ کو جو کام ہے' یہیں سے بتا دیں۔'' ذوالکفلی رکھائی سے بولا۔

نیچے تہہ خانے کے زینے پہ کھڑی تالیہ نے بے چینی سے لب کاٹے تھے۔ پھر بلاضرورت ہی سر پہ ہڈ ڈال دی۔ کہیں وہ فرش کے اندر سے ہی اس کو نہ دیکھ لے۔

''میں.... ایڈم ہوں....'' ایڈم جھجک کے بتانے لگا۔ ''چے تالیہ مجھے جانتی ہیں اور مجھ پہ اعتبار کرتی ہیں۔ میں انہی کے لئے آپ سے ملنے آیا ہوں۔''

ذوالکفلی نے گہری سانس لی اور راستہ چھوڑ دیا۔

اب قدموں کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں اندر دیوان خانے کی طرف جا رہے ہیں۔ تالیہ کان لگا کے سنے گئی۔ ہر آہٹ' ہر لفظ۔ اس کی ہتھیلیوں پہ پسینہ آ رہا تھا۔

وہ دیوان خانے میں چٹائی پہ اسی جگہ بیٹھ گیا جہاں تالیہ بیٹھی تھی اور چھوٹی میز پہ کہنیاں رکھے' آگے کو جھکے بات کا آغاز کیا۔

''میں چے تالیہ کے لئے بہت پریشان ہوں۔''

''میں بھی ہوں۔ کیا تم اس کو میرا ایک پیغام دے سکتے ہو؟'' ذوالکفلی نے جواباً اتنی ہی فکرمندی سے کہا تو ایڈم ڈھیرے سے پیچھے ہوا۔ تنے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

''یعنی آپ.... نہیں جانتے وہ کہاں ہیں؟'' اس کی آس ٹوٹ گئی۔

''میں؟ میں نے چند ماہ سے اسے نہیں دیکھا۔ وہ مجھ سے شدید ضرورت کے علاوہ رابطہ نہیں کرتی۔ میں سمجھا تم اس کا پیغام لائے ہو۔ اسی لئے میں نے تمہیں اندر آنے دیا۔'' ذوالکفلی ایک دم مشکوک نظروں سے اسے دیکھنے لگا تو ایڈم جلدی سے بولا۔

''انہوں نے آپ سے کوئی رابطہ نہیں کیا؟''

''نہیں۔ میں نے کوشش کی۔ ہمارے کچھ (آواز دھیمی کی) خفیہ طریقے ہیں مگر اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ شاید وہ ملک چھوڑ چکی ہے۔''

''اُف۔'' ایڈم نے آنکھیں بند کیں اور پیشانی کو دو انگلیوں سے چھوا۔

''اب میں کیا کروں؟ مجھے ان کو ڈھونڈنا ہے۔'' پھر سر اٹھا کے ذوالکفلی کو دیکھا۔

''آپ جادوگر ہیں میں جانتا ہوں۔ کیا آپ ان کا سراغ نہیں لگا سکتے۔''

''اگر یہ ممکن ہوتا تو پھر ساری دنیا کے سراغ رساں ایک جادوگر ساتھ لیے پھرتے' نوجوان۔ جادو ایسے کام نہیں کرتا۔'' وہ رکھائی سے بولا۔ ''اگر تم کہہ چکے تو جا سکتے ہو۔''

ایڈم چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

''آپ سچ کہہ رہے ہیں نا؟''

''تمہیں یقین نہیں کرنا تو نہ کرو۔''

''دیکھیں.... میں وان فاتح کا پیغام لایا ہوں ان کے لئے۔ اگر وہ آپ سے رابطے میں ہیں تو پلیز ان کو میرا پیغام پہنچا دیں۔''

''کیا مجھے تمہیں اپنے گھر سے نکالنے کے لئے پولیس کو بلانا پڑے گا؟''

ایڈم پیچھے کو ہوا اور گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔ ''سوری۔ مجھے آپ کا یقین کرنا چاہیے۔ میں اب آپ کو تکلیف نہیں دوں گا مگر یہ میرا نمبر ہے۔ اگر وہ رابطہ کریں تو مجھے بتائیے گا۔''

''اوکے۔ یہ میں کر سکتا ہوں۔'' ذوالکفلی نے اس کا کارڈ رکھ لیا تو وہ اٹھ گیا۔ وہ باہر چلا گیا تو ذوالکفلی دروازہ بند کر کے

راہداری میں آیا' اور جوتے کی نوک سے میٹ پرے کیا۔ ٹریپ ڈور کی درز نظر آرہی تھی۔

''کوئی پیغام جو تم اس کو پہچانا چاہو؟ وہ تم سے مخلص لگتا ہے۔''

تالیہ نے جواب دینے کے بجائے زور سے ٹریپ ڈور بند کیا اور زینے اترنے لگی۔ یہ صاف انکار تھا۔

باہر گلی میں چلتے ایڈم نے دوسرا موبائل نکالا جو محفوظ تھا اور فاتح کے اس نمبر پہ کال ملائی جو اس نے خفیہ گفتگو کے لیے ایڈم کو دیا تھا۔ کیونکہ اس نمبر کو پولیس ٹریس نہیں کر سکتی تھی۔

فاتح نے چھوٹتے ہی فون اٹھایا۔

''کچھ معلوم ہوا؟''

''جی۔ وہ اسی کے گھر میں ہیں۔ میں نے انہیں ڈھونڈ لیا ہے۔''

''آر یو شیور۔''

''جی۔ جس طرح اس آدمی نے مجھے بار بار گھر سے نکل جانے کو کہا' اس کا یہی مطلب تھا کہ وہ گھر میں ان کو چھپائے ہوئے ہے۔ لیکن میں زبردستی بھی تالیہ کو اس گھر سے نہیں نکال سکتا۔ وہ خوفزدہ ہیں۔'' گلی میں چلتا ہوا ایڈم الجھا الجھا سا کہہ رہا تھا۔ ''مجھے.... مجھے کچھ ایسا کرنا ہوگا کہ وہ خود مجھ سے ملنے پہ راضی ہو جائیں کیونکہ اگر میں نے یہاں کوئی سین کری ایٹ کیا تو اردگرد لوگوں اور پولیس کو معلوم ہو جائے گا۔''

''ہوں..... کیا چیز ہو سکتی ہے جو اسے باہر آنے پہ مجبور کر دے۔''

''اگر آپ آجائیں!'' ایڈم نے کہا تو دل میں عجیب سا خالی پن محسوس ہونے لگا۔

''دولت مجھ پہ نظر رکھے ہوئے ہے۔ میں آؤں گا لیکن تمہیں پہلے اس کو باہر نکلنے پہ راضی کرنا ہوگا۔ یہ نہ ہو کہ وہ اب وہاں سے بھی بھاگ جائے۔ کوئی حل نکالو!''

اس کو تحکم سے کہہ کے فاتح نے فون رکھ دیا اور ایڈم پریشانی سے مڑ کے اس گھر کو دیکھنے لگا۔

جو اسے معلوم تھا' وہ اس کی مدد کر سکتا تھا مگر اسے کیا معلوم تھا' تالیہ کے بارے میں؟

اس کا ذہن کورے کاغذ کی طرح خالی تھا۔

☆☆=========☆☆

اگلی صبح بی این کے چیئرمین آفس کو سرما کی چمکیلی دھوپ نے منور کر رکھا تھا۔ سیکرٹری کارمن بھاپ اڑاتا مگ فاتح کی میز

پہ رکھ رہی تھی۔وہ کاغذوں میں اتنا الجھا تھا کہ لب بنا آواز کے ہلائے۔(تھینک یو تالیہ)

قلم سے کچھ لکھتے لکھتے وہ رک گیا اور ہولے سے سر جھٹکا۔(اتنے ماہ گزر چکے تھے مگر تالیہ کی کافی اور تالیہ کی موجودگی کی عادت نہیں گئی تھی۔)پھر اونچا سا بولا۔''تھینک یو 'کارمن!'

''سر!آپ میڈیا بریفنگ کب دیں گے؟''سیکرٹری وہیں رک کے پوچھنے لگی۔وہ بجھی بجھی لگتی تھی۔''رپورٹرز نے الگ ناک میں دم کرر کھا ہے اور مخالفین خاموش ہی نہیں ہو رہے۔''

وان فاتح آگے کو جھکا' کاغذات پہ کچھ لکھ رہا تھا۔سپاٹ سے انداز میں جواب دیا۔''ابھی انتظار کرو۔''

سیکرٹری نے بے بسی سے اسے دیکھا وہ دو دن سے یہی سوال پوچھ رہی تھی'اور وہ یہی جواب دیتا تھا۔

وہ کس شے کے انتظار میں تھا؟

''سر آپ کے وکلاء آگئے ہیں۔میں ان کو بھیج دیتی ہوں۔''وہ کہہ کے جانے لگی تو فاتح نے پکارا۔

''ہاں' .....اور تم بھی یہیں آجانا۔''

سیکرٹری کارمن اس بات پہ ٹھٹھک کے رکی اور مڑ کے اسے دیکھا۔اس کا باس ٹائی ڈھیلے کیے'آستین موڑے' کاغذوں کو الٹ پلٹ کر کے دیکھ رہا تھا۔بالکل بے نیاز'مطمئن۔

''سر....میں وکیل اور کلائنٹ کی میٹنگ کے درمیان کیسے بیٹھ سکتی ہوں؟''

کارمن سمجھدار لڑکی تھی۔وہ تالیہ کے بعد آئی تھی اور اب تک اسے ان قوانین کی بخوبی سمجھ آچکی تھی۔

''کیوں'کارمن؟''اس نے فائل سے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا تو وہ جزبز ہوئی۔

''جب کلائنٹ اپنے وکیل سے بات کرتا ہے تو کانفیڈینشیلٹی کا قانون اپلائی ہوتا ہے۔وکیل آپ کے راز نہیں کھول سکتا۔آپ کی کہی بات آپ کے خلاف نہیں استعمال کر سکتا۔لیکن ایک تیسرا فرد بیٹھ جائے تو....''

''تو اس پہ یہ قانون لاگو نہیں ہوگا اور وہ جب چاہے میرے اور میرے وکلاء کی باتیں باہر جا کے بتا سکتا ہے۔یہی نا؟''وہ ہلکا سا مسکرایا۔''تمہیں لگتا ہے وان فاتح ان چیزوں سے ڈرتا ہے؟''

کارمن اداسی سے مسکرائی۔''آپ مجھ سے آج تک ملنے والے انسانوں میں مضبوط ترین ہیں'سر۔مگر یہاں ہر کوئی آپ کو گرانا چاہتا ہے۔میں آپ کے لئے فکر مند ہوں۔''

''تمہیں کیا لگتا ہے'میں نے یہ کیا ہوگا؟''وہ قلم بند کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔کارمن نے تھوک نگلا۔چیئرمین سے براہ راست یہ بات ڈسکس کرنے کی ہمت رپورٹرز کے سوا کسی میں نہیں تھی۔

''سر' جب میں یہاں آئی تھی تو آپ سے چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے نصیحت لینے آتی تھی۔اور آپ.........''وہ یاد کر کے کہتی میز کے عین سامنے آ کھڑی ہوئی۔''اور آپ مجھے سچ بولنے کا درس دیتے تھے۔مجھے رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے کوئی چھوٹا سا واقعہ سنا کے کہتے تھے کہ یوں کرو اور یوں نہ کرو۔میں اتنا جانتی ہوں کہ جس شخص کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں رسول اللہ ﷺ کے واقعات یاد رہیں' وہ کبھی اتنا بڑا دھوکہ نہیں کر سکتا۔آپ میرے آئیڈیل رہے ہیں' اور میرے ملک کے بہت سے لوگوں کے آئیڈیل ہیں۔ہم ان باتوں پہ کبھی یقین نہیں کریں گے۔کسی نے آپ کو وہ کاغذات سائن کرنے کے لئے ٹرک کیا ہوگا۔''پھر وہ رکی۔''آپ یہ بات میڈیا پہ بتا کیوں نہیں دیتے؟ان لوگوں کے الزامات کا شور مجھے اور آپ کے ووٹرز کو پریشان کر رہا ہے۔''

فاتح نے ٹیک لگائی' اور قلم بند کرتے ہوئے مسکرا کے اسے دیکھا۔

''ایک دفعہ ایک بوڑھے کسان کی گھڑی کھو گئی' کارمن۔''وہ نرمی سے کہنے لگا تو کارمن توجہ سے سننے لگی۔''اس نے باڑے میں اسے بہت ڈھونڈا مگر وہ نہ ملی۔وہ تھک گیا تو باہر کھیلتے بچوں کے گروہ کو بلایا اور انعام کا وعدہ کر کے انہیں گھڑی تلاشنے کو کہا۔بچے خوشی خوشی گھڑی ڈھونڈنے ادھر ادھر بھاگے۔''اس نے ساتھ ہی مگ اٹھایا' گھونٹ بھرا اور اسے واپس رکھا۔

''کئی گھنٹے بچے گھڑی ڈھونڈتے رہے مگر وہ انہیں نہ ملی۔آخر تھک کے بچے جانے لگے۔ان کی تعداد گھٹتی گئی۔یہاں تک کہ سب بچے چلے گئے سوائے ایک کے۔اس ایک نے ابھی تک گھڑی ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی تھی۔وہ چپ کر کے بیٹھا رہا تھا۔جب سب چلے گئے تو وہ تھکے ماندے کسان کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا میں گھڑی تلاش کروں۔کسان نے فوراً اجازت دے دی۔وہ باڑے میں گیا اور چند منٹ بعد گھڑی ڈھونڈ لایا۔''

کارمن کے ابرو استعجاب سے اٹھے مگر وہ خاموش رہی۔جانتی تھی وہ وجہ بتانے والا ہے۔

''کسان خوش ہونے کے ساتھ حیران بھی ہوا۔اس نے پوچھا کہ جو کام اتنے گھنٹے تک اتنے سارے بچے نہیں کر سکے وہ تم نے کیسے کر لیا۔تو اس بچے نے کہا کہ....''وہ ذرا توقف کے بعد بولا۔''کہ زیادہ بچوں کے باعث شور بہت تھا۔جیسے ہی وہ گئے اور شور تھما' باڑے میں خاموشی ہوئی اور اس خاموشی میں گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک سننا زیادہ آسان تھا۔میں نے صرف اس آواز کو تلاشا' اس کا تعاقب کیا اور مجھے یہ گھڑی مل گئی۔''

وہ خاموش ہوا تو کارمن نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

''آپ شور تھمنے کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ....تاکہ وہ اصل آواز سن سکیں جو آپ کو سنی چاہیے۔''

''وکلاء کو اندر بھیج دو اور تم بھی آ جاؤ۔''وہ مسکرا کے آستین واپس موڑنے لگا۔یہ طے تھا کہ وہ براہ راست جواب نہیں دے

گا۔

کچھ دیر بعد کارمن دیوار کے ساتھ کرسی پہ بیٹھی تھی اور وکلاء فاتح کے مقابل براجمان' کاغذات کھولے بحث میں لگے تھے۔

''اگر یہ دستخط اصلی ہیں تو آپ مشکل میں ہیں' فاتح۔'' سینئر وکیل فکرمندی سے کہہ رہا تھا۔'' آپ نے دعویٰ کیا تھا کہ آپ کی کوئی بے نامی جائیداد نہیں ہے۔ مگر یہ واقعہ آپ کی کریڈیبلٹی ختم کر رہا ہے۔''

''میری کوئی بے نامی جائیداد نہیں ہے۔'' وہ ٹیک لگائے اسی سکون سے بولا۔ جونیئر وکیل آگے ہوا اور آواز دھیمی کی۔

''سر..... ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ فراڈ ہے۔ آپ کے نام سے کسی نے دستخط کیے ہیں۔ ہم ایڈم کو عدالت میں لے جا سکتے ہیں اور کلائیڈ اینڈ لی کمپنی کے گواہوں کو خرید سکتے ہیں۔ وہ کورٹ میں بیان دیں گے کہ ایسی کوئی فائل کمپنی کے ڈیٹا میں موجود نہیں ہے۔''

دور بیٹھی کارمن نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا۔ فاتح کے تاثرات ویسے ہی تھے۔ ٹھنڈے' پرسکون۔

''مگر کمپنی اس فائل کی کاپی نکال کے دکھا سکتی ہے۔''

''نہیں سر۔'' جونیئر وکیل پرجوش ہوا۔'' ایڈم بن محمد کی کتاب کے حصہ دوم کے بعد کلائیڈ اینڈ لی بند ہو گئی ہے اور انہوں نے تمام ڈیٹا تلف کر دیا ہے۔ ایک پراسرار آگ میں۔ آپ اگر اس کمپنی کی ملکیت سے انکار کر دیں' تو کوئی بھی آپ کو اس کا مالک ثابت نہیں کر سکتا۔''

''بالکل' فاتح۔'' سینئر وکیل گویا ہوا۔'' تمہیں صرف یہ کہنا ہے کہ میں نے یہ کاغذات زندگی میں پہلی دفعہ اب دیکھے ہیں۔ تم ان کو نہیں پہچانتے۔''

''میں دو دن گزر جانے کے بعد یہ کہوں کہ میں ان کو نہیں پہچانتا؟''

''جی سر۔ دو دن آپ وکلاء سے مشورہ کر رہے تھے اور ان کاغذات کے فارنزک کروا رہے تھے۔ اس لئے جواب نہیں دیا۔ پھر ایڈم بن محمد پہ قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ وہ اس وقت کیس لڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ یہ معاملہ چند دن میں دب جائے گا۔ آپ صاف انکار کر دیں۔ بس۔''

فاتح نے وہ فائل اٹھا کے دیکھی جس میں ان کاغذات کی کاپی موجود تھی۔ اسٹیپل کے قریب ایک دھبا سا تھا۔ سوکھے چیری بلاسم کی پتی کا نشان جو ساتھ ہی فوٹو کاپی ہو گیا تھا۔

وہ اس کو دیکھنے لگا اور منظر بدلنے لگا..........

وہ سڑک کنارے بنچ پہ بیٹھا تھا.....سڑک پہ سفید اور گلابی چیری بلاسم کے پھولوں کی تہہ بچھی تھی۔ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اس نے کانوں اور گردن کو مفلر میں لپیٹ رکھا تھا.....سامنے سے ایک بچہ گزر رہا تھا.....اس کے جوتوں سے چھنکنے کی آواز آتی تھی....فاتح کی نظریں اس کے ہاتھ میں پکڑی کاٹن کینڈی پہ جمی تھیں جس کی اسٹک کو وہ گھما رہا تھا۔گول....گول....کسی سمندر میں بنے بھنور کے وسطی نقطے کی طرح....

عصرہ درخت کے عقب سے نکلی اور اس کے ساتھ بنچ پہ بیٹھی۔وہ چونکا۔بے دھیانی میں کافی چھلکی'پیروں میں گرا ایک پھول داغدار ہو گیا۔

''مجھے تم سے کچھ مانگنا ہے۔''وہ کہہ رہی تھی۔''صرف ایک دستخط....میرے لئے.....بنا کوئی سوال پوچھے۔''

''بلینک ڈاکومنٹ ہے؟''

''تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے کیا؟''

''پین دو۔''اس نے کہتے ہوئے فائل کھولی۔ہوا کا جھونکا آیا اور چھم سے ڈھیروں چیری بلاسم کھلی فائل پہ آگرے....

''سر!''وہ چونکا اور سر جھٹکا۔وکیل کچھ کہہ رہا تھا۔

''آپ ان کاغذات کو واقعی نہیں پہچانتے کیونکہ....''وہ کھنکھارا۔''میری تفتیش کے مطابق یہ مسز عصرہ نے کلائیڈ اینڈ لی میں جمع کروائے تھے۔انہوں نے شاید آپ سے بلینک ڈاکومنٹ پہ سائن لیے تھے۔''

کونے میں بیٹھی کارمن نے گہری سانس باہر کو خارج کی۔اتنے دنوں کی بے کلی تمام ہوئی۔(تو وہ درست تھی۔اس کے لیڈر کو اس کی بیوی نے پھانسا تھا۔اور اب وہ مر چکی تھی تو وہ اس کا پردہ رکھ رہا تھا۔)

''تو آپ کا یہ کہنا جھوٹ نہیں ہو گا کہ آپ نے یہ کمپنی نہیں بنائی تھی۔''وکیل کہہ رہا تھا۔دوسرا ابھی کھنکھارا۔

''آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسز عصرہ نے کیا ہے۔یہی سچ ہے'آپ ہمیں نہ بتائیں تب بھی ہمیں سب سمجھ آرہا ہے کہ....''

''عصرہ کا نام اس میں نہیں آئے گا۔''وہ ایک دم سختی سے بولا۔''یہ دستخط میں نے ہی کیے ہیں۔خود کو بچانے کے لئے میں اپنی مرحوم بیوی کو ولن بنا کے نہیں پیش کر سکتا۔''

''بے شک آپ نے دستخط کیے ہیں'مگر آپ کو علم نہیں تھا'سر کہ یہ کاغذ کس لیے استعمال ہو گا۔آپ سے غلطی ہوئی ہے'جرم نہیں۔''جونیئر وکیل نے زور دیا۔''اور ان کاغذات کی قانونی حیثیت کبھی ثابت نہیں ہو گی۔ہمیں صرف اخلاقی گراؤنڈ زپہ اس بحث کو جیتنا ہے۔آپ لوگوں کو صرف اتنا بتا دیں کہ یہ آپ کی بیوی نے آپ سے کروایا تھا تو یہ معاملہ ختم ہو جائے گا۔آپ

ملک کے اگلے وزیرِ اعظم ہیں سر۔"

"عوام کو اپنے لیڈر سے بہت محبت ہوتی ہے۔ وہ اس کی غلطیوں کو جسٹفائی کرنے کے بہانے کے منتظر ہوتے ہیں۔ اس کی بیوی، مشیر، دوست، کسی اور کو اس کے لیے قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔"

"عصرہ کا نام بیچ میں نہیں آئے گا۔" وہ تلخی سے بولا۔ آفس میں ایک افسوسناک خاموشی پھیل گئی۔

"پھر آپ کہہ دیں کہ آپ نے یہ کاغذات کبھی نہیں دیکھے۔ مہینے لگ جائیں گے انہیں یہ ثابت کرنے کے لئے کہ...."

"یہ جھوٹ ہے۔ میں نے یہ کاغذات دیکھے تھے اور خود سائن بھی کیے تھے۔"

"مگر ہم سب جانتے ہیں کہ مسز عصرہ نے دھوکے سے وہ سائن کروائے تھے۔"

فاتح کوٹ کا بٹن بند کرتے ہوئے اٹھا اور ان کو جانے کی اجازت دی ۔ وکلاء مزید نصیحتوں کے ساتھ رخصت ہوئے مگر کارمن کھڑی رہی۔ فاتح نے اسے دیکھا تو وہ قریب آئی اور اس کے سامنے رک گئی۔

"آپ صرف مسز عصرہ کو نہیں بچا رہے۔ آپ یہ اعتراف نہیں کرنا چاہتے کہ آپ اتنے سمجھدار ہو کے بھی بلینک ڈاکومنٹ پہ کیسے سائن کر سکتے ہیں۔ یوں آپ naive اور بے وقوف لگیں گے، ہے نا۔" وہ اس کی نفسیات کو سمجھنا چاہ رہی تھی۔

"انسان فیملی کے لئے بہت کچھ کرتا ہے، کارمن۔"

"مگر اس وقت آپ کو اپنے لئے کچھ کرنا ہے۔ مسز عصرہ کی فکر نہ کریں۔ آپ نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اپنے سر پہ وہ الزام نہ لیں جس میں آپ کا قصور نہیں ہے۔" وہ تاسف سے اسے دیکھتی کہہ رہی تھی۔ "پلیز سر، لوگوں کو سچ بتا دیں۔ سچ آپ کو بچا لے گا۔"

وہ دونوں میز کے دونوں سروں پہ کھڑے تھے۔ اور وہ ناصحانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"کیا تم مجھے نصیحت کر رہی ہو، کارمن؟" وہ پتہ نہیں کیوں مسکرایا۔

"جی۔ کیونکہ آپ ہی سارا وقت ہم سب کو نصیحتیں کرتے آئے ہیں۔ جب میں کوئی مسئلہ لے کر آتی تھی تو آپ کہتے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ خوشی اور غم میں ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین فرماتے تھے۔ یہی تو آپ کا امتحان ہے کہ اس موقع پہ آپ سچ بولتے ہیں یا نہیں۔"

"سچ بولنے کے نتائج ہوتے ہیں، کارمن۔" اسے پہلی دفعہ فاتح کی آنکھوں میں زخمی پن نظر آیا۔ اس کا دل دکھ گیا۔

"تو پھر آپ کیا کریں گے، سر؟"

"خاموشی سے گھڑی کی سوئیوں کو سننے کا انتظار۔" وہ واپس کرسی پہ بیٹھا اور عینک اٹھاتے ہوئے فائل کھول لی۔ یہ اشارہ تھا

کہ کارمن اب جاسکتی ہے۔وہ بجھے دل کے ساتھ باہر آگئی۔

☆☆=========☆☆

ملاکہ اس دوپہر ٹھنڈی دھوپ میں چمک رہا تھا۔شاہراہ پہ ٹریفک زوروشور سے رواں دواں تھی۔

ایسے میں ایک فون بوتھ کے اندر کھڑا ایڈم ریسیور کان سے لگائے بات کرتا نظر آرہا تھا۔اس نے سر پہ پی کیپ پہن رکھی تھی اور چہرے پہ فکرمندی کے واضح آثار تھے۔

''تمہاری ماں شہر چھوڑنے کے لئے راضی نہیں تھی مگر....''دوسری جانب اس کا باپ کہہ رہا تھا۔''آج صبح.....''

''میں جانتا ہوں آج صبح کیا ہوا ہے۔مجھے اطلاع مل گئی ہے۔''وہ تلخی سے کہہ رہا تھا۔''وہ لوگ ہمارے گھر تک آن پہنچے ہیں۔''

''وہ ہمیں مارنا نہیں چاہتے تھے۔گولیوں سے صرف کھڑکیوں کے شیشے توڑے اور چلے گئے۔''

''گولیاں اندھی ہوتی ہیں۔کسی کو لگ جائیں تو نیت بے معنی ہو کے رہ جاتی ہے۔''وہ غصے بھری بے بسی سے کہہ رہا تھا۔''بابا.....پلیز.....آپ.....''

''میں جانتا ہوں۔میں نے تمہاری ابو کو سمجھایا ہے۔ہم آج ہی کے ایل چھوڑ کے جارہے ہیں۔مگر تم.....''

''میں آپ کے ساتھ نہیں آسکتا۔یہ میرا دوست جس کے گھر پہ اس وقت میں کال کررہا ہوں'یہ آپ کو بحفاظت گاؤں پہنچا دے گا۔میرا آپ سے دور رہنا بہتر ہے کیونکہ ٹارگٹ میں ہوں۔میں دور رہوں گا تو وہ آپ کی طرف نہیں آئیں گے۔''پھر خیال آیا۔''آپ کو اس گھر میں آتے کسی نے دیکھا تو نہیں؟''

''نہیں۔تمہارا دوست مجھے بازار میں ملا تھا اور احتیاط سے یہاں لایا تھا کیونکہ تم نے کال کرنی تھی۔''محمد صاحب نے وقفہ دیا۔''ایڈم.....ہم تمہارا انتظار کریں گے۔جب یہ لوگ تمہارا پیچھا چھوڑ دیں تو ہمارے پاس چلے آنا۔تم ہماری ساری زندگی کی کمائی ہو۔''

ایڈم کی پلکیں بھیگنے لگیں۔''میں آجاؤں گا'بابا۔بس پہلے مجھے کچھ کام کرنے ہیں۔''اس نے فون رکھا اور آنکھیں بند کیں۔ٹوٹے دل کا ایک آنسو دل پہ ہی گر کے جذب ہو گیا۔کیا وہ زندہ سلامت اپنے ماں باپ کے پاس واپس جا سکے گا؟ اسے اب یقین نہیں رہا تھا۔

وہ ابھی تک تالیہ کو ڈھونڈ نہیں پایا تھا۔تالیہ دوسری دفعہ کھوئی تھی اور دونوں دفعہ وہ اسے تلاشنے میں ناکام ٹھہرا تھا۔

کیسا دوست تھا ایڈم بن محمد؟

وہ صحیح کہتی تھی کہ اگر اس کی جگہ ایڈم کو کچھ ہوتا تو وہ کیا کچھ نہ کر ڈالتی۔ وہ کبھی آرام سے نہ بیٹھتی اور....

ایڈم نے چونک کے آنکھیں کھولیں۔ وہ چمکیلی دھوپ میں ہنوز فون بوتھ میں کھڑا تھا۔ شیشے کے بند ڈبے میں اور اس کے دونوں اطراف میں گاڑیاں آجا رہی تھیں۔ مگر اسے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

اس نے موبائل نکالا اور فاتح کو پیغام لکھا۔ ''مجھے معلوم ہے چے تالیہ کو کیسے ڈھونڈنا ہے۔''

داتن کی طرح وہ تالیہ سے رابطے کے طریقے نہیں جانتا تھ۔ مگر وہ ''تالیہ'' کو جانتا تھا۔ اور جو وہ جانتا تھا' وہی اسے تلاش کرنے کی کنجی تھی۔

☆☆==========☆☆

کتابوں کا مقبرہ موم بتیوں سے نیم روشن تھا۔ ایک بلب بھی کونے میں جل رہا تھا جس کے نیچے زمین پہ اکڑوں بیٹھی تالیہ ایک کتاب کی ورق گردانی کرتی دکھائی دے رہی تھی۔ آج اس کے کپڑے مختلف تھے۔ اس نے سیاہ ٹراوزر پہ کھلے بازوؤں والی بھوری قمیض پہن رکھی تھی اور بال پونی میں بندھے تھے۔ چہرہ ویسا ہی بے رونق تھا اور کتاب پکڑے ہاتھوں میں سرخ یاقوتی انگوٹھی دکھائی دیتی تھی۔

آہٹ پہ اس نے نظریں اٹھائیں تو ذوالکفلی اوپری زینے پہ کھڑا تھا۔ اتنی دور سے وہ اس کی کتاب کا سرورق نہیں دیکھ سکتا تھا مگر تالیہ نے پھر بھی نامحسوس انداز میں کتاب نیچے کی۔

''کیا ہوا؟'' (اور کتاب پیچھے گول مول رکھے لحاف میں چھپائی۔)

''تمہارا دوست.....ایڈم.....وہ ایک خط چھوڑ گیا ہے۔'' ذوالکفلی نے خط اوپری زینے پہ رکھا اور خود مڑ گیا۔ تالیہ کتب خانے کے دوسرے سرے پہ تھی۔ اس کے اور زینوں کے درمیان طویل فاصلہ حائل تھا۔

''تم مجھے یہ دینے نیچے بھی آسکتے تھے۔'' اس نے بھنویں چڑھا کے اس فاصلے کو دیکھا۔

''پھر تمہیں کیسے علم ہوگا کہ تم اس خط کو پڑھنے کے لئے کتنی بے تاب ہو۔''

وہ بے نیازی سے کہہ کے واپس اوپر چلا گیا اور ٹریپ ڈور بند کر دیا۔

تالیہ تیزی سے اٹھی اور دوڑ کے زینوں تک آئی۔ پھر دھڑ کتے دل سے زینے پھلانگتی گئی۔ لکڑی کے چٹخنے کی ہلکی ہلکی سی آواز آتی تھی۔

اوپری زینے پہ بیٹھ کے اس نے خط اٹھایا اور کھولا۔

''ڈیئر انچے ذوالکفلی۔

میں نہیں جانتا کہ آپ میرا یہ خط چے تالیہ تک پہنچا سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ آپ شاید سمجھتے ہوں کہ میں

چے تالیہ کو اس لئے تلاشنا چاہتا ہوں تا کہ ان کو سرینڈر کرنے کا مشورہ دے سکوں۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔

اسے میری خود غرضی کہہ لیں یا کیا، مگر میں ان کو اپنے لئے ڈھونڈنا چاہتا ہوں۔ میں مشکل میں ہوں۔

میری جان کو خطرہ ہے۔ مجھ پہ قاتلانہ حملے بھی ہو چکے ہیں اور میرے ماں باپ کو کے ایل چھوڑنا پڑ گیا ہے۔

مجھے نہیں معلوم میں اپنی زندگی کے لیے کیا کروں۔ میں بالکل بھی وہ سیلیبریٹی

رپورٹر نہیں رہا جو عوام کو چند ماہ سے دیکھنے کو مل رہا ہے۔ میں ایک کم ہمت اور جلدی ہار مان جانے والا

وہی باڈی مین بن گیا ہوں جو چے تالیہ کو پہلی دفعہ ملا تھا۔ مجھے ان کی ضرورت ہے۔

میں آج رات گیارہ بجے ان کا اسی جگہ انتظار کروں گا جہاں وقت میں سفر سے پہلے ہم ملے

تھے اور تب تک انہوں نے مجھ سے سچ نہیں بولا تھا۔

فقط

شاہی مورخ۔''

اس نے خط واپس تہہ کیا اور گہری سانس لی۔ پھر گھڑی پہ وقت دیکھا۔ گیارہ بجنے میں ابھی کافی وقت تھا اور اب...ایڈم کی

اس ''مدد کی پکار'' کے بعد اگر وہ تالیہ مراد تھی تو وہ اس کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

اس نے چہرہ گھٹنوں پہ ٹکا دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

وہی یاد نظروں کے سامنے چلنے لگی۔

وہ ریستوران کے مصنوعی جھونپڑے میں داتن کے سامنے بیٹھی تھی...دونوں کی قہوے کی پیالیاں گرم تھیں۔

اتاؤ نے جھونپڑے کی بتیاں مدھم کر دی تھیں....اور خالی دیوار پہ ایک منظر چلنے لگا تھا......

سڑک کنارے چیری بلاسم کے درختوں کی قطار...اور نیچے گھاس پہ گلابی سفید پھولوں کی بچھی تہہ...ہوا چل رہی تھی اور

پھول گرتے جا رہے تھے....دھیرے دھیرے.....ایک ایک پتی....

''تم...تم ٹھیک ہو داتن؟''

فضا میں جھینگے تلنے کا شور تھا۔ اور ان کی اشتہا انگیز مہک بھی۔ قہوے کی پیالی سے اڑتی بھاپ ان دونوں کے درمیان بار

بار حائل ہوتی، پھر چھٹ جاتی۔

''یہ کینسر کی دوا ہے، اور یہ بوتل تمہاری ہے۔ تم کینسر کی دوا کیوں لے رہی ہو؟''

پیانو رک گیا۔ جھنگے تلنے کا شور خاموش ہو گیا۔ ایک لمحے کے لیے ساری آوازیں دم توڑ گئیں۔

''تم سن کے ہرٹ ہو گی۔ اسی لیے میں نے تم سے چھپایا۔''

پیانو تیز ہو گیا۔ کاؤنٹر پہ کھڑا تاؤ ٹھک ٹھک سوشی رول کو چھرے سے کاٹنے لگا۔ دیوار پہ ابھی تک پھول گرتے نظر آ رہے تھے۔ اور سوشی رول کٹنے کی آوازیں..... ٹھک ٹھک ٹھک......

تالیہ نے آنکھیں کھولیں تو خود کو تہہ خانے کے زینے پہ بیٹھے پایا۔ اس نے پھر سے گھڑی دیکھی۔ گیارہ بجنے میں کافی وقت تھا۔

اسے یاد تھا وہ دونوں کہاں ملے تھے۔ ملکہ یان سوفو کے کنویں پہ جہاں ایڈم نے اسے سکہ اچھالنے کو کہا تھا کیونکہ جو سکہ اچھالتا ہے وہ ملاکہ دوبارہ واپس ضرور آتا ہے۔ اور تالیہ نے سکہ نہیں اچھالا تھا۔ پھر بھی وہ ملاکہ واپس آ گئی تھی۔ کئی دفعہ۔

ایک دفعہ پھر اسے اس کنویں پہ جانا تھا۔ ایڈم کے لئے۔ وہ اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

☆☆=========☆☆

مغرب کی نیلاہٹ وان فاتح کی رہائشگاہ پہ پھیلی تھی۔ اس کا گھر سونا سونا اور ویران سا لگتا تھا۔ وہاں ایسی خاموشی تھی جیسی ان عجائب گھروں میں ہوتی ہے جہاں بچوں کا داخلہ منع ہوتا ہے۔

اس کے بچے چلے گئے تھے اور وہ گھر کی ساری رونق لے گئے تھے۔ وہ اپنی اسٹڈی میں تنہا بیٹھا تھا۔ شرٹ کے آستین موڑے، ٹائی ڈھیلی کیے، وہ کہنیاں میز پہ جمائے لیپ ٹاپ پہ کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ اس کے تاثرات سنجیدہ اور سپاٹ تھے۔ ان سے اندرونی جذبات کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔

وہ تحریر مختصر تھی۔ ختم کر کے اس نے پرنٹ کا بٹن دبایا۔ پرنٹر زوں زوں کی آواز کے ساتھ اس کے الفاظ سے ایک کورا صفحہ رنگین کرتا گیا۔ کاغذ کو باہر آنے میں چند لمحے لگے۔ یہ چند لمحے بہت بھاری تھے۔

پھر اس نے قلم کی نوک صفحے کے نچلے حصے پہ رگڑی۔ نوک نے سیاہی کو اس کے دستخط میں تبدیل کیا اور سارے فیصلے خود بخود ہوتے گئے۔

اس نے سیاہی کو سوکھنے دیا۔ پھر سست روی سے اس کاغذ کو تہہ کیا۔ لفافے میں ڈالا۔ اور اس پہ لکھا ''کارمن... پرائیوٹ اینڈ کانفیڈینشل''۔ پھر اسے سیل کیا اور گھنٹی بجائی۔

چند لمحوں بعد بٹلر نے اندر جھانکا۔ ''جی سر؟''

''یہ لفافہ میں اسٹڈی کے پہلے دراز میں رکھ رہا ہوں۔ کل ویک اینڈ ہے۔ تم سوموار کی صبح اسے کارمن کے حوالے کرو

گے۔ یہ ایک امانت ہے۔"

"آپ کہیں جا رہے ہیں سر؟"

"میں سوموار تک واپس آ جاؤں گا۔ امید ہے۔" توقف کے بعد اضافہ کیا۔

بھاری لفافہ دراز میں رکھ کے اس نے دراز بند کیا تو گویا سارے فیصلے خود بخود ہوتے گئے۔

☆☆==========☆☆

ملکہ یان سوفو کا کنواں رات کے اس پہر ویران پڑا تھا۔ سیاح دن کے وقت آتے تھے اور اب گیٹ بند ہو چکے تھے۔ پھر بھی اندر داخل ہونے والے راستے نکال لیتے تھے۔

یہ ایک قدیم طرز کا کھلا سا صحن تھا جس کے وسط میں کنواں بنا تھا۔ احاطہ ویران پڑا تھا اور اوپر آسمان خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

احاطے کے ایک طرف دیوار میں راستہ تھا جو مندر کی طرف جاتا تھا۔ اس کی چوکھٹ پہ ایک ہیولہ سا کھڑا تھا۔ سیاہ لبادے پہ سیاہ ہُڈ پہنے ایک لڑکی جو احتیاط سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

وہ اندر نہیں جا رہی تھی۔ اسے کچھ دیر یہیں چھپ کے ایڈم کا انتظار کرنا تھا۔ ایڈم کو سامنے سے آنا تھا اور وہیں سے گزر کے کنویں تک جانا تھا۔ وہ پہلے اسے اندر آنے دینا چاہتی تھی۔

دفعتاً ہلکی سی آہٹ ہوئی۔ پھر قدموں کی آواز آئی۔ آواز کافی واضح تھی جیسے نوارد کو چھپنے یا ملاقات کو خفیہ رکھنے میں دلچسپی نہ ہو اور وہ اعتماد سے چلتا آ رہا ہو۔

تالیہ کی اندھیرے میں دیکھتی آنکھیں اچنبھے سے چھوٹی ہوئیں۔

یہ ایڈم کے چلنے کا انداز نہ تھا۔ اور اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔

وان فاتح احاطے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس نے سیاہ پینٹ پہ سیاہ جیکٹ پہن رکھی تھی۔ اور جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ ادھر ادھر دیکھتا کنویں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

وہ دم سادھے اسے دیکھے گئی۔ وہ کنویں تک آیا اور اس کی منڈیر کے کنارے پہ بیٹھا۔ کنویں کی سطح جالی سے ڈھکی تھی۔ وہ مڑ کے جالی کے نیچے گہرے کنویں کو دیکھ کے بولا۔

"باہر آ جاؤ تالیہ..... مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

اس کا انداز پرسکون تھا۔ اس میں تحکم بھی تھا اور اپنائیت بھی۔

تالیہ کے حلق میں کچھ اٹکنے لگا مگر اس نے تھوک نگلا اور سارے آنسو اندر اتارے۔ پھر ہُڈ پیچھے کو گرائی اور باہر آئی۔ اندھیرے سے چاندنی کا سفر اس نے لمحوں میں کیا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

وہ منڈیر پہ بیٹھا ابھی تک گردن موڑے کنویں کے اندر جھانک رہا تھا۔

''یہ ملاکہ کی ایک ملکہ یان سوفو کا کنواں تھا جو اس کے لئے سن باؤ وانگ لی نے تعمیر کروایا تھا۔ یان سوفو شاہِ چین کی بیٹی تھی اور ملاکہ میں وہ خود کو اجنبی محسوس کرتی تھی۔ غیر' فارنر۔''

کہتے ہوئے اس نے گردن موڑی اور مدھم مسکراہٹ کے ساتھ سامنے کھڑی تالیہ کو دیکھا جو جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چپ چاپ اسے دیکھ رہی تھی۔ سیاہ بال پونی میں بندھے تھے اور چہرے سے وہ مرجھائی ہوئی لگتی تھی۔

''تم نے جو سونے میں لکھی کتاب مجھے پڑھنے کے لئے دی تھی' اس میں لکھا تھا کہ ملکہ یان سوفو ملاکہ میں کسی پہ اعتبار نہیں کرتی تھی۔ وہ ہر ایک کو اپنا دشمن سمجھتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ ہمیشہ خود کو خود بچائے کیونکہ اس کا ماننا تھا کہ کوئی کسی کو بچانے نہیں آتا۔''

''کوئی کسی کو بچانے آیا بھی نہیں کرتا۔'' وہ تلخی سے زیرِ لب بولی مگر منڈیر پہ بیٹھے شخص نے سن لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں واضح فکرمندی ابھری تھی۔

''مگر.... کبھی تو.... کبھی تو تالیہ انسان کو دوسروں کو موقع دینا چاہیے کہ وہ اسے بچائیں۔ کیا ایک دفعہ تم وان فاتح پہ اعتبار نہیں کر سکتیں؟''

وقت تھم گیا۔ کنواں خاموش تھا اور آسمان پہ چاندنی پھیلی تھی۔ اس چاندنی کے ہالے میں فاتح کا چہرہ روشن دکھائی دیتا تھا۔

''کیا ایک دفعہ تم مجھے اپنی مدد نہیں کرنے دے سکتیں؟''

وہ آہستہ سے اس کے ساتھ بیٹھی۔

بہت کچھ یاد آیا۔

کبھی وہ ابوالخیر کی حویلی کی منڈیر پہ یونہی بیٹھتے تھے اور قدیم ملاکہ کو اپنے سامنے پھیلے دیکھتے تھے۔ مگر سارا مسئلہ یہی تھا کہ اسے سب یاد تھا اور فاتح کو (اس نے چہرہ موڑ کے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔) فاتح کو کچھ یاد نہیں تھا۔

''ایڈم.... کیوں نہیں آیا؟'' وہ بولی بھی تو یہی۔ یوں لگتا تھا ایک زمانے بعد وہ اس سے ملی ہے۔

''اسے نہیں آنا تھا۔ اس کو یہ ملاقات کروانے کے لیے میں نے کہا تھا۔'' وہ سادگی سے کہہ رہا تھا۔ وہ دم سادھے اسے دیکھے گئی۔

''آپ کو میری ای میل مل گئی تھی؟ اسی لئے آپ نے اس دن کہا تھا کہ میں بھاگ جاؤں؟''

''مجھے تمہاری بے گناہی پہ یقین کرنے کے لئے اس ای میل کو پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ جس تالیہ کو میں جانتا ہوں' جو اتنے مہینوں سے میرے لئے کام کرتی رہی ہے' وہ کسی کو قتل نہیں کر سکتی۔''

تالیہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور اس کا دل ڈوب سا گیا۔ وہ صرف اپنی چیف آف اسٹاف کو جانتا تھا۔ وہ شہزادی تاشہ کو نہیں جانتا تھا۔

''آپ کو واقعی میرا یقین ہے۔''

''ہاں۔ میں نہیں جانتا عصرہ کو کس نے مارا ہے مگر....''

''انہوں نے خودکشی کی ہے۔'' وہ ایک دم بول پڑی۔ فاتح کے ابرو اکٹھے ہوئے۔

''ایسا نہیں ہو سکتا۔''

''نہ یقین کریں۔ آپ کو تو اس بات کا یقین بھی نہیں آئے گا کہ مسز عصرہ نے ہی آریانہ کو...'' اس نے تلخی سے کہہ کے سر جھٹکا اور سامنے اندھیرے میں ڈوبی خستہ حال دیوار کو دیکھنے لگی۔

''مجھے ذوالکفلی نامی آدمی نے وہ تحریر دی تھی جو میں تمہارے لئے اس کے حوالے کر گیا تھا۔ اس رات میں جو میری یادداشت سے کھو چکی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کتنا سچ اور کتنا جھوٹ ہے مگر میں عصرہ کے بارے میں بات کرنے نہیں آیا۔'' اس کا لہجہ قطعی تھا۔ تالیہ چپ چاپ سامنے دیکھ رہی تھی اور وہ اس کو۔

''میں تمہارے بارے میں بات کرنے آیا ہوں۔''

''آپ اس اسکینڈل سے خود کو کیوں نہیں نکالتے؟'' تالیہ نے جیسے سنا ہی نہیں تھا۔ ''میں کافی دن سوچتی رہی کہ ان کاغذات پہ آپ کے دستخط کیسے آ گئے۔ یقیناً کسی نے نقلی دستخط کیے ہوں گے۔ مگر.... مگر پھر مجھے احساس ہوا کہ شاید وہ آپ نے ہی کیے ہوں۔ کورے کاغذ پہ۔''

اس نے چہرہ موڑ کے فاتح کی آنکھوں میں دیکھا اور تلخی سے مسکرائی۔

''مسز عصرہ نے آپ سے کورے کاغذ پہ دستخط لیے تھے' ہے نا؟''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ دستخط تو میرے ہی ہیں۔'' وہ سادگی سے شانے اچکا کے بولا۔

''فرق پڑتا ہے۔'' وہ افسوس سے بولی۔ ''آپ مسز عصرہ کو کور کرنے کے لئے سارا الزام اپنے سر نہیں لے سکتے۔ یہ جھوٹ ہوگا۔ آپ کو لوگوں کو حقیقت بتانی پڑے گی۔''

''میرے دو بچے ہیں' تالیہ۔''

''وہ سروائیو کرلیں گے۔آپ ان کے ساتھ ہوں گے تو وہ ہر چیز برداشت کرلیں گے۔ پلیز اپنا کیریئر اس جرم کے لئے تباہ نہ کریں جو آپ نے نہیں کیا۔''

''صوفیہ رحمن کی آف شور کمپنی بھی سامنے آئی تھی۔وہ ابھی تک تخت پہ براجمان ہے۔اس کا کیریئر تو برباد نہیں ہوا۔''

''کیونکہ وہ لیڈر نہیں ہے۔لوگ اس سے سچائی کی توقع نہیں کرتے۔مگر آپ کے لئے لوگوں کے پیمانے مختلف ہیں۔وہ آپ کو عظمت اور سچائی کے جس معیار پہ بٹھا چکے ہیں' وہ آپ کو اس سے نیچے برداشت نہیں کر پائیں گے۔اس جرم کو تسلیم کرنے سے آپ اپنے لوگوں کا اعتبار کھو دیں گے۔ہم دونوں جانتے ہیں کہ آپ سے دھوکے سے سائن کروائے گئے تھے۔ پلیز' فاتح....خود کو بچائیں۔''

وہ تالیہ کو دیکھ کے نرمی سے مسکرایا۔

''آج تم میری چیف آف اسٹاف کی طرح بول رہی ہو۔کیا تم اپنی جاب کو مس کر رہی ہو؟''

شہزادی کے تاثرات بدلے۔ماتھے پہ بل پڑا اور ناک نخوت سے سکوڑی۔

''مشورہ دے رہی ہوں۔مفت تھا۔''اور کندھے اچکا کے ناراضی سے سامنے دیکھنے لگی۔''افسوس ہو رہا ہے مجھے آپ کے لیے۔آپ اتنے عقلمند ہو کے بغیر سوال و جواب کے کسی کے دیے بلینک ڈاکومنٹ پہ کیسے دستخط کر سکتے ہیں؟ یا اللہ!''

فاتح نے داب نہیں دیا۔وہ بھی سامنے موجود اس کھنڈر زدہ دیوار کو دیکھے گیا۔

''تم کبھی ہانامی کے دنوں میں جاپان گئی ہو' تالیہ؟''

''چیری بلاسم سیزن میں؟نہیں....مگر میں نے ملائیشیا میں ساکورا کے پھولوں کو گرتے دیکھا ہے۔''

''میں نے بھی۔''وہ خاموش ہو گیا۔اردگرد پھیلا اندھیرا پل بھر کے لئے چھٹ سا گیا۔

وہ سڑک کنارے بنچ پہ بیٹھا تھا۔فضا میں پھولوں کی خوشبو تھی۔سڑک پہ چیری بلاسم کی تہہ بچھی تھی۔قریب سے گزرتے بچے کے جوتے کچھ چھنکار رہے تھے.....وہ ہاتھ میں پکڑی کاٹن کینڈی کی اسٹک گول گول گھما رہا تھا....کاٹن کینڈی بالکل چیری بلاسم کی طرح تھی....اتنی نازک کہ ہاتھ لگانے سے فنا ہو جاتی تھی.....

عصرہ کے بیٹھنے سے فاتح کی کافی چھلکی تھی....ایک زمین بوس پھول داغدار ہو گیا تھا.....

''کیا تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے؟''وہ فائل اس کی طرف بڑھائے کہہ رہی تھی۔فاتح نے فائل کھولی تو ڈھیر سارے پھول چھم سے نیچے آن گرے۔اس نے آستین سے صفحے سے پھول ایک طرف ہٹائے....

''کیا سوچ رہے ہیں؟'' تالیہ کی آواز پہ وہ چونکا۔

''یہی کہ اس نے کاغذات سائن کروانے سے پہلے کیا کہا تھا۔''

وہ دونوں اندھیر کنویں کے دہانے پہ بیٹھے تھے اور سامنے کائی زدہ خستہ حال دیوار انہیں دیکھ رہی تھی۔

''کیا کہا تھا؟'' تالیہ نے گردن موڑ کے اس کا چہرہ دیکھا۔ فاتح کافی خاموش رہا۔ اتنی دیر کہ تالیہ کو اپنا سوال بھول گیا۔

''تم جانتی ہو چیری بلاسم کس شے کی علامت ہیں؟''

''جوانی میں جلد مر جانے کی؟''

''ہاں اور نزاکت کی بھی۔ یہ اتنا نازک ہوتا ہے کہ زیادہ دیر موسم کی سختی برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ ہار مان جاتا ہے اور گر جاتا ہے۔ شاید اس لئے کہ یہ کسی اور کو موقع نہیں دیتا کہ وہ اسے بچا لے۔ یہ صرف خود پہ ہی انحصار کرتا ہے مگر کوئی انسان ہر دفعہ اپنے آپ کو خود ہی نہیں بچا سکتا۔''

''میں چیری بلاسم نہیں ہوں' تو انکو۔'' عرصے بعد وہ لفظ منہ سے نکلا۔

''مگر تم چیری بلاسم کی طرح زمانے کی ساری سختی کو اکیلے جھیلنے کا فیصلہ کر چکی ہو۔ ایسے تم گر جاؤ گی' تالیہ۔ ختم ہو جاؤ گی۔''

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے کہہ رہا تھا۔ سارے موسم رک گئے تھے۔ وقت ان کے آس پاس ٹھہر گیا تھا۔

''ہر انسان کو خود کو خود ہی بچانا پڑتا ہے۔''

''ہر دفعہ ایسا نہیں ہوتا۔'' وہ زور دے کر بولا۔ ''تم زندگی کے سارے مسئلوں سے اکیلے نہیں لڑ سکتیں۔ فیملی' دوست' یہ سب کس لئے ہوتے ہیں اگر یہ ہمارے ساتھ ہماری جنگیں نہ لڑ سکیں؟''

''مگر ہر انسان اکیلا ہی ہوتا ہے۔ اسے....''

''ایک دفعہ' تالیہ.... ایک دفعہ تم مجھے خود کو بچانے دو۔'' وہ اس کی طرف تڑ چھا رخ موڑے زور دے کر کہہ رہا تھا۔ ''ایک دفعہ تم ہر کسی کو اپنی زندگی سے شٹ آوٹ کرنے کی بجائے.... مجھے اپنی مدد کرنے دو۔''

''آپ مجھے اس میں سے نہیں نکال سکتے۔'' اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ ''مسز عصرہ مجھے بہت برا پھنسا گئی ہیں۔''

''میں تمہیں اس میں سے نکال سکتا ہوں اگر تم مجھ پہ اعتبار کرو۔''

''آپ کیا کر سکتے ہیں؟''

''تم مجھ پہ اعتبار تو کر کے دیکھو۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا۔'' وہ دھیمی آواز میں قطعیت سے کہہ رہا تھا۔

''اچھا.... آپ بتائیں.... کیا کروں میں؟'' تالیہ نے کندھے اچکائے۔

''میں نے اس وقت تمہیں کہا تھا کہ بھاگ جاؤ کیونکہ تم غلط وقت پہ غلط جگہ موجود تھیں' مگر میرا خیال تھا کہ تم وہاں سے گھر جاؤ گی اور..... جب پولیس آئے گی تو تم....''

''تو میں گرفتاری دے دوں گی؟''اس کی آنکھیں بے یقینی سے کھلیں۔

''تمہیں اپنا بیان دینا چاہیے تھا۔وکیل اگلے روز تمہاری ضمانت کروالیتا۔تم اس سب کا سامنا کر سکتی تھیں بجائے بھاگنے کے۔تم اب بھی یہ کر سکتی ہو۔''

وہ بے بسی بھرے اصرار سے کہہ رہا تھا۔''اب بھی'' کے الفاظ پہ تالیہ بدک کے کھڑی ہوئی اور دو قدم پیچھے ہٹی۔

''آپ چاہتے ہیں میں اس جہنم میں دوبارہ چلی جاؤں جہاں سے میں اتنی مشکل سے نکلی تھی؟ میں مصر تک گئی...اتنی دور....اپنی آزادی خریدنے....اور وہاں بھی میں اتنے دن اس خوف سے لڑتی رہی جو اس قید خانے نے میرے دل میں بٹھا دیا تھا۔اور آپ چاہتے ہیں کہ میں دوبارہ اس میں چلی جاؤں؟''

''کیا تم ایک دفعہ میرا اعتبار نہیں کر سکتیں؟''وہ بھی کھڑا ہو گیا اور افسوس سے اسے دیکھا۔''مجھے موقع دو خود کو بچانے کا۔ میں تمہیں اس سب سے نکال لوں گا۔''

مگر تالیہ مراد نے نفی میں سر ہلایا۔''میں دوبارہ اس جہنم میں نہیں جاؤں گی۔''وہ ایک دم ہراساں نظر آنے لگی تھی۔

''تو تم کیا کرو گی؟ تم ملک سے باہر نہیں جا سکتیں۔تم مجھ سے دن کی روشنی میں نہیں مل سکتیں۔تم سر اٹھا کے یہاں چل نہیں سکتیں۔تم ہر ایک سے کٹ کے خوف سے بھاگتے ہوئے کیسے زندگی گزارو گی؟''

''دولت کی قید میں جانے سے پہلے میں اپنی اس زندگی کو ختم کرنا بہتر سمجھوں گی۔''وہ غرا کے بولی اور پھر سناٹا چھا گیا۔

وان فاتح کے چہرے پہ بے یقینی ابھری۔پھر اس نے سر جھٹکا۔

''کم از کم تم اپنی زندگی خود ختم نہیں کر سکتیں۔''اس نے جیسے ماننے سے انکار کیا۔

''کیوں سمجھتے ہیں آپ سب مجھے اتنا بہادر اور مضبوط؟ کیوں لگتا ہے آپ کو کہ تالیہ مراد آپ اپنی زندگی سے مایوس نہیں ہو سکتی؟''اسے اس بات نے غصہ دلایا تھا۔

اور اسی وقت باہر شور سا مچا۔جلتی بجھتی نیلی سرخ بتیاں' پولیس کے سائرن۔تالیہ چونکی اور پھر.....اس نے بے یقینی سے فاتح کو دیکھا۔

''آپ مجھے پکڑوانے آئے تھے؟ آپ نے....آپ نے پولیس بلالی۔''

''فار گاڈ سیک...میں نے نہیں بلایا ان کو۔شاید وہ کسی طرح میری لوکیشن ٹریک کر رہے ہوں گے۔''

مگر تالیہ نے بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے ہڈ سر پہ گرائی۔"آپ مجھے گرفتار کروانا چاہتے ہیں؟ کیا آپ نے دولت سے ساز باز کر رکھی تھی؟ اور میں ایڈم پہ اعتبار کر کے یہاں چلی آئی۔"

"نہیں، تالیہ۔" وہ زور دے کر بولا۔"پلیز....مت جاؤ۔ان کا سامنا کرو۔تم بے گناہ ہو، میں تمہیں بچا لوں گا۔"

مگر وہ مڑ چکی تھی۔اس کے قدم دیوار کی طرف اٹھ رہے تھے۔کنویں کے پاس کھڑا شخص بے بسی سے آخری دفعہ بولا۔

"تالیہ....مت جاؤ...میرے ساتھ رہو۔"

وہ الفاظ....وہ لہجہ....وہ اس کے دل کو دھکا دے گیا مگر اس کے قدم اب نہیں تھم سکتے تھے۔چند لمحوں میں وہ دیوار پھاند کے اندھیرے میں غائب ہو چکی تھی اور وان فاتح تنہا کھڑا رہ گیا تھا۔

کچھ ثانیے یونہی گزر گئے پھر وہ احاطے سے باہر نکلا اور مرکزی ہال تک آیا جہاں بارہ دری بنی تھی۔اس کی چوکھٹ پہ رک کے اس نے باہر سڑک کی طرف دیکھا۔

سڑک کنارے کسی کا ایکسیڈینٹ ہوا تھا اور وہاں ایک ایمبولینس کھڑی دکھائی دے رہی تھی جو زخمی کو لینے آئی تھی۔ساتھ میں پولیس کی ایک بائیک بھی موجود تھی۔

"اوہ تالیہ!" اس نے کراہ کے آنکھیں بند کیں اور افسوس سے سر جھٹکا۔

☆☆=========☆☆

وہ دبے قدموں ذوالکفلی کے گھر کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی تو دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔دروازہ بند کر کے اس نے کمر سے پشت ٹکائے چند گہرے سانس لیے، پھر ہڈ اتاری اور راہداری میں آگے بڑھی۔

دیوان خانے کی بتی جلی تھی۔وہ پہلے اس طرف آئی تا کہ ذوالکفلی سے بات کر سکے مگر چوکھٹ پہ ٹھہر گئی۔

وہاں ذوالکفلی کے ساتھ فرش پہ ایڈم بیٹھا تھا۔

وہ چند ثانیے کے لئے بالکل ساکت ہو گئی۔پھر سوالیہ نظروں سے ذوالکفلی کو دیکھا جس نے کندھے اچکا دیے۔"یہ نوجوان بہت ضدی واقع ہوا ہے۔میں اسے گھر سے نہیں نکال سکا۔"

ایڈم اسے دیکھ کے اٹھ کھڑا ہوا۔دونوں چند لمحے اداسی سے ایک دوسرے کو دیکھے گئے، پھر وہ سر کو ہلکا سا خم دے کر بولا۔

"شہزادی!" اور مسکرایا۔

تالیہ جواب میں تمکنت سے سر نہیں جھٹک سکی جیسے قدیم ملاکہ میں جھٹکا کرتی تھی۔بس چپ چاپ آگے آئی اور فرش پہ بیٹھ گئی۔وہ بھی سامنے بیٹھ گیا تو ذوالکفلی اٹھ کھڑا ہوا۔

''تم پریشان لگ رہی ہو۔ میں تمہارے لئے سوپ لاتا ہوں۔'' بوڑھے جادوگر نے اپنی ٹوپی سر پہ جمائی اور باہر نکل گیا۔

دیوان خانے میں خاموشی چھا گئی۔ وہ دونوں آمنے سامنے فرشی نشست پہ بیٹھے تھے۔ سمجھ نہیں آتا تھا بات کہاں سے شروع کریں۔

''تم نے کہا تم مشکل میں ہو....''

''وہ تو ہوں۔''

''اور تم نے وہاں کنویں پہ وان فاتح کو بھیج دیا.....''

''آپ دونوں کا ملنا ضروری تھا۔''

''اور انہوں نے پولیس بلالی!'' تالیہ نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔

ایڈم کے ابرو تحیر سے اٹھے۔ ''کیا؟''

''وہ چاہتے ہیں کہ میں گرفتاری دے دوں۔'' پھر وہ چونکی۔ ''تم بھی یہی چاہتے ہو کیا؟ کیا ادھر بھی تم پولیس کو لے آؤ گے جو.....'' وہ بدک کے اٹھنے لگی۔

''نہیں بچے تالیہ۔'' وہ تیزی سے بولا۔ ''مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ پولیس کو بلا لیں گے ورنہ میں ان کو کبھی آپ سے ملنے نہیں دیتا۔ اور میں نہیں چاہتا کہ آپ گرفتاری دیں۔ اگر آپ جیل چلی گئیں تو مجھے کون بچائے گا؟''

تالیہ کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ اور وہ تذبذب سے اسے دیکھنے لگی۔

''ایڈم ....تم سچ بول رہے ہو نا؟'' وہ بار بار چوکھٹ کو بھی دیکھتی۔ کوئی معلوم نہیں وہاں سے ابھی پولیس دروازہ توڑ کے داخل ہو جائے۔

''ایڈم جھوٹ نہیں بولتا' اور ایڈم آپ کے ایسے کاموں میں ہمیشہ آپ کا ساتھ دیتا ہے جنہیں آپ وان فاتح سے بھی چھپانا چاہیں۔''

اسے یاد آیا.....ان دونوں کا خزانے والا ایڈوانچر.... یوں لگتا تھا اس واقعے کو واقعی چھ سو سال گزر چکے ہوں۔

یا شاید پانچ سو ستاون برس۔

''ہاں۔ تم میری ہر بات مانتے تھے۔'' وہ قدرے ڈھیلی ہو بیٹھی اور آزردگی سے مسکرائی۔ ''کیسے ہو تم؟''

''اب آپ کو دیکھ کے لگ رہا ہے کہ میرا مسئلہ آپ سے بڑا نہیں ہے۔''

''تم اپنے حملہ آوروں سے چھپ رہے ہو؟ تم چاہو تو یہاں رہ سکتے ہو۔ یہاں نیچے.... کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے جو....''

''نہیں' چے تالیہ۔موت میرے تعاقب میں ہے۔اور کتابیں مجھے نہیں بچا پائیں گی۔آپ بتائیں'ایڈم آپ کے لئے کیا کر سکتا ہے۔''

تالیہ چند لمحے کے لئے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھے گئی۔موم بتیوں سے نیم روشن دیوان خانے کو آزردگی نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

''تم بتاؤ' مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''میں وان فاتح نہیں ہوں جو لیڈ کرتے ہیں اور مسئلوں کا حل بتاتے ہیں۔میں ایڈم ہوں۔میں لیڈ ہونے والوں میں سے ہوں۔آپ جو کہیں گی'میں کروں گا۔آپ بتائیں۔'' وہ بے لوث انداز میں کہہ رہا تھا۔

تالیہ کا آخری حل اس کے ذہن میں تیار تھا مگر وہ ایڈم سے کیسے کہے؟وہ نہیں چاہتی تھی کہ ذوالکفلی کو معلوم ہو۔اور وہ کچن میں تھا۔

پھر اس نے جیب سے ایک چٹ نکالی اور اس کی طرف بڑھائی۔

''مجھے ایک پاؤڈر تیار کرنا ہے۔اس کے لئے کچھ جڑی بوٹیاں چاہیے ہیں۔تم یہ صبح مجھے لا دو گے؟''

ایڈم نے چٹ نکالی اور اچنبھے سے اسے دیکھا۔''مگر یہ پاؤڈر آپ کو اس مسئلے سے کیسے نکال سکتا ہے؟''

''یہ.....میرے لئے نہیں ہے۔'' کون وومن نے کہانی گھڑنی شروع کی۔''یہ داتن کے لئے ہے۔اس کو کینسر ہے۔وہ مر رہی ہے۔''

''واٹ؟''ایڈم ایک دم سیدھا ہو کے بیٹھا اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔

''ہاں۔اس کے بال جھڑ رہے تھے کیونکہ وہ کیمو کروا رہی تھی مگر اس نے مجھے کہا کہ وہ کیٹو ڈائٹ پہ ہے اور اس لیے ایسا ہو رہا ہے۔مگر.....ذوالکفلی کے کتب خانے میں میں نے ایک دوا کی ترکیب پڑھی ہے جو اس کا کینسر مکمل طور پہ ٹھیک کر سکتی ہے۔یہ جادو نہیں ہے۔ایک قدیم جاپانی دوا ہے۔میں یہ اس کو سنگاپور بھجوا دوں گی'تم بس اس کو بنانے میں میری مدد کرو۔''

ایڈم افسوس سے گنگ ہو گیا تھا۔کچھ لمحے وہ کچھ بول ہی نہیں سکا۔پھر دیکھا کہ ذوالکفلی ٹرے میں بھاپ اڑاتے پیالے لیے آ رہا ہے تو اس نے چپ چاپ پرچی جیب میں رکھ لی۔ذوالکفلی سوپ رکھ کے وہاں سے اپنے کمرے میں چلا گیا تو ایڈم نے پرچی نکال کے پڑھی اور اچنبھے سے پوچھا۔

''یہ عجیب طرح کی جڑی بوٹیاں ہیں۔ان میں سے اکثر زہریلی ہیں۔آر یو شیور یہ دوا بنانے کے لئے ہی ہیں؟''

''ایڈم....تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے کیا؟'' وہ برا مان کے بولی۔اور عورت کا مان سے کہا یہ فقرہ بڑے بڑے کام کروا لیتا

ہے۔

مشکل دستخط بھی۔

زہریلی جڑی بوٹیوں کی تلاش بھی۔

''او کے۔ مجھے آپ پہ اعتبار ہے۔ میں لا دوں گا۔ مگر ان سے دوا کیسے بنے گی؟''

''بڑے بڑے تریاق زہریلی بوٹیوں سے ہی بنتے ہیں' ایڈم بن محمد!'' وہ مبہم سے انداز میں بولی تھی۔

''میں تو داتن پہ حیران ہوں۔ وہ کب سے اس بیماری کا شکار تھیں اور انہوں نے مجھے بتایا تک نہیں؟ مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ.....''

''پلیز اب تم جاؤ۔ مجھے آرام کرنا ہے۔''

وہ سوپ کا پیالہ اٹھا کے ایک دم کمرے سے نکل گئی۔ ایڈم نے دیکھا کہ اب وہ نیچے جا رہی تھی۔

وہ گھر سے باہر نکلا ہی تھا کہ ذوالکفلی نے اسے پکارا۔ ایڈم چونک کے مڑا۔ بوڑھا جادوگر اس کے پیچھے باہر آ رہا تھا۔

''سنو نوجوان!'' وہ سنجیدگی سے اس سے مخاطب ہوا۔ ''میں تالیہ کے پلانز میں مداخلت نہیں کرتا۔ وہ جو کرنا چاہتی ہے' وہ اس میں آزاد ہے۔ اور میں تمہیں یہاں آنے سے بھی نہیں روکوں گا۔ تم جب آنا چاہو' آ جاؤ۔ مگر کل مجھے شہر سے باہر جانا ہے۔ میں رات تک آ جاؤں گا۔ اور....'' وہ فکرمندی سے کہہ رہا تھا۔ ''تم اس کو کوئی جڑی بوٹی لا کر نہیں دو گے۔''

''وہ اپنی دوست کے لئے دوا بنانا چاہ رہی ہیں۔ آپ کی کتابوں سے انہوں نے....''

''ہاں ٹھیک ہے' نیچے ایسی کتابیں موجود ہیں جن میں طب کے نسخے ہیں مگر وہ دوا نہیں بنانا چاہتی۔'' وہ بے چینی سے بولا۔ ''وہ زندگی سے مایوس ہو چکی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ وہ اپنی زندگی ختم کرنے کا نہ سوچے۔''

ایڈم بن محمد ہنس دیا۔ ''چے تالیہ کبھی بھی خودکشی نہیں کر سکتیں۔''

ذوالکفلی سنجیدگی سے اسے دیکھے گیا۔ ''وہ اس روز سمندر میں خود کو ڈبونے چلی گئی تھی۔ اگر میں اسے واپس نہ لاتا تو تم اس سے یوں مل نہ سکتے۔''

مگر ایڈم پھر سے ہنس دیا۔ ''آپ کو غلطی لگی ہو گی۔ میں چے تالیہ کو جانتا ہوں۔ کوئی بھی خودکشی کر سکتا ہے۔ وہ نہیں۔ اور اگر انہیں اپنی جان لینی ہوتی تو سمندر تک جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ خنجر تو ہے ان کے پاس۔''

''موت کی تکلیف شدید ہوتی ہے۔ نیچے کتب خانے میں ایسے زہریلے مادے بنانے کی کتابیں موجود ہیں جو انسان کو بنا تکلیف کے مار دیتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے وہ ایسا ہی زہر اپنے لیے نہ تیار کرنا چاہتی ہو۔''

''بنا تکلیف والا زہر؟ کیا معلوم اس سے بھی تکلیف ہوتی ہو مگر کوئی اس تکلیف کا بتانے تک زندہ نہ رہ سکا ہو۔''

''مجھ سے بحث مت کرو' لڑکے۔ جو میں کہہ رہا ہوں' وہ کرو۔ تم اسے کوئی ایسا مواد نہیں لا کر دو گے جس سے وہ اپنی جان لے لے۔''

''او کے! میں کہوں گا مجھے وہ بوٹیاں نہیں ملیں۔'' اس نے جان چھڑانے کے لیے کہہ دیا اور اس کا انداز ایسا تھا کہ ذوالکفلی نے یقین بھی کر لیا۔

''بہت بہتر۔'' وہ اسے گھورتے ہوئے واپس مڑ گیا۔

گلی کے اس پار جاتے ہوئے ایڈم نے مڑی تڑی چٹ نکالی اور اسٹریٹ لائیٹس میں اسے پڑھنا چاہا۔

اب اسے یہ سوچنا تھا کہ یہ بوٹیاں اسے کہاں سے ملیں گی؟

وہ تالیہ کا دوست تھا' ذوالکفلی کا نہیں۔ اسے تالیہ سے وفا نبھانی تھی۔ اگر تالیہ نے کہا تھا کہ اسے یہ بوٹیاں چاہیے ہیں' تو ایڈم انہیں زمین کے آخری سرے سے بھی ڈھونڈ کے لا دے گا۔

☆☆=========☆☆

سن باؤ وانگ لی کی سرخ حویلی چاندنی میں ڈوبی' اپنے ڈھیروں راز چھپائے وہیں کھڑی تھی۔ اس کا صحن اب مزید ویران لگتا تھا کیونکہ مجسمہ وہاں موجود نہ تھا اور اس کا ملبہ تک صاف کر دیا گیا تھا۔ برآمدے میں بنے آتش دان میں ہیٹر جلا تھا جس نے صحن سے آتی سردی کو روک رکھا تھا۔

کنواں' درخت' اور صحن کا سرخ اینٹوں والا فرش.... سب خاموشی سے برآمدے کو دیکھ رہے تھے جہاں آتش دان کے قریب الیکٹرک چولہے پہ رکھی کیتلی میں پانی گرم ہو رہا تھا۔ فاتح وہیں کھڑا تھا۔ سیاہ پینٹ پہ کوری سفید سویٹر پہنے' وہ ماتھے پہ بال بکھرائے' موبائل پہ میسج دیکھتا' بی این کے صدر سے مختلف ایک بے نیاز سا آدمی دکھائی دیتا تھا۔

دفعتاً گیٹ پہ گھنٹی بجی تو فاتح نے گہری سانس لی۔ موبائل رکھا اور پہلے کیبنٹ اور پری کیبنٹ کھولی۔ ایک اور مگ نکالا اور میز پہ موجود اپنے مگ کے ساتھ رکھا۔ پھر کیتلی میں ایک دوسرے فرد کی چائے کے پانی کا اضافہ کیا۔

''مجھے معلوم تھا تم آؤ گے۔'' دروازہ کھول کے اس نے جتا کے کہا اور خود واپس مڑ گیا۔ ایڈم اس کے تعاقب میں برآمدے تک آیا جہاں اب کیتلی میں پانی کھولتا دکھائی دے رہا تھا۔

''میں نے آپ پہ اعتبار کیا اور آپ نے پولیس بلا لی؟'' ایڈم برہمی سے کہتا وسط برآمدے میں آرکا۔

''اگر مجھے پولیس بلانی ہوتی تو پہلے ان کو ذوالکفلی کے گھر بھیجتا جہاں وہ پناہ لئے ہوئے ہے۔''

وہ اب پتی کے ڈبے کا ڈھکن کھول رہا تھا۔ ایڈم کی طرف پشت تھی اور چہرہ سنجیدہ لگتا تھا۔

''تو پھر وہ کیوں سمجھ رہی ہیں کہ آپ نے.....'' ایڈم الجھن اور خفگی سے بولا۔

''کیونکہ وہ خوفزدہ ہے۔'' اس نے مٹھی میں سوکھے پتے مسلے اور کیتلی میں جھونکے۔ پتے گرتے ساتھ ہی گرم پانی کے بھنور میں پھنستے چلے گئے۔

''تو آپ کو ان کا خوف دور کرنا چاہیے تھا۔'' ایڈم کی آواز بلند ہوئی۔

''میں نے پولیس نہیں بلائی تھی۔ وہ کسی اور کے لئے آئی تھی۔ سڑک پہ کوئی ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔'' ٹھنڈے سے انداز میں فاتح نے اپنی صفائی دی۔ ساتھ ہی کیتلی کو ہینڈل سے پکڑ کے ہلایا۔ پتے پانی میں گھلتے ساتھ ہی اسے رنگین کر رہے تھے۔ سارے برآمدے میں چائے کی خوشبو پھیلتی جا رہی تھی۔

''آپ کیوں چاہتے ہیں کہ وہ گرفتاری دیں۔''

اس نے بٹن دبا کے تپش دھیمی کی اور کیتلی کو ڈھک دیا۔ پھر ایڈم کی طرف مڑا اور سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''کیونکہ فرار حل نہیں ہوتا۔ انسان کو حالات کو فیس کرنا چاہیے۔''

''مگر آپ خود تو ایسا نہیں کر رہے' معاف کیجئے گا۔ آپ اس آف شور کمپنی کے بارے میں واضح جواب نہیں دے رہے۔ اتنے دن سے سب آپ سے پوچھ رہے ہیں۔''

فاتح سپاٹ نظروں سے چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ ''تم کیوں چاہتے ہو کہ وہ بھاگتی رہے۔''

''میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ان کے ہر فیصلے میں ان کا ساتھ دوں۔''

''غلط فیصلوں میں بھی؟''

''انسان کو ہر وقت ناصح دوست نہیں چاہیے ہوتے' سر۔ کبھی کبھی صرف غم بانٹنے والے اور ہر حال میں ساتھ دینے والے بھی چاہیے ہوتے ہیں۔'' وہ جتا کے بولا۔ اسے معلوم نہیں کس بات کا غصہ تھا۔

''اور تم اسی لئے اس کی مدد کر رہے ہو تا کہ وہ ساری عمر بھاگتی رہے؟''

''اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ مجھے ان پہ اعتبار ہے۔ جے تالیہ کے پاس ہمیشہ پلان ہوتا ہے۔''

فاتح مڑا اور پھر چولہا بند کر کے کیتلی کا ڈھکن اتار دیا۔ خوشبودار بھاپ تیزی سے اوپر کو اٹھی۔ اس نے چہرہ پیچھے کر لیا اور چھلنی پیالی پہ رکھی۔ پھر کیتلی سے سنہری دھار اس میں الٹنے لگا۔

''تم اس کی کس کام میں مدد کر رہے ہو؟ وہ کیا کرنے کا سوچ رہی ہے؟''

''اگر بے تالیہ مجھے کوئی کام کہیں گی تو میں آنکھیں بند کر کے اسے کروں گا سر۔ کسی کو بھی بتائے بغیر۔''

''چاہے وہ کام اس کے اپنے لئے برا بھی ثابت ہو؟''

اب وہ سر جھکائے دوسری پیالی میں چائے انڈیل رہا تھا۔ پتوں کی کڑک دار خوشبو سارے برآمدے کو معطر کر گئی تھی۔

''وہ ان کو کسی بھی چیز کے لیے انکار نہیں کر سکتا۔''

وان فاتح دونوں کپ اٹھائے اس کی طرف مڑا اور سادگی سے پوچھا۔

''کیوں؟ کیا تمہیں ڈر ہے کہ شہزادی تمہارا دایاں ہاتھ کٹوا دے گی' شاہی مورخ؟''

اور ایک پیالی اس کی طرف بڑھائی۔

ایڈم بن محمد سکتے میں آ گیا۔ لب ذرا سا کھل گئے۔ وہ پلک تک نہیں جھپک سکا۔

''چائے!'' فاتح نے اسے پکارا۔ اس کا ہاتھ ابھی تک بڑھا ہوا تھا۔

ایڈم کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ ساری ناراضی ہوا ہوگئی۔ اس نے مرے مرے ہاتھوں سے کپ تھاما۔ آنکھیں ابھی تک بے یقینی سے فاتح کو تک رہی تھیں۔

''آپ کو..... سب یاد ہے؟''

''کیا تمہیں ابھی بھی شک ہے؟''

اپنے کپ سے گھونٹ بھر کے اس نے پیالی نیچے کی اور چھوٹے قدم اٹھاتا برآمدے کے ستون کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ باہر چاندنی میں ڈوبا صحن خاموش پڑا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

''کب سے؟'' ایڈم نے کمزور لہجے میں پکارا۔ گرم کپ اس کے ٹھنڈے ہاتھوں میں سرد پڑتا جا رہا تھا۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ نیند کتنی گہری تھی؟ جاگنا زیادہ اہم ہے۔'' وہ اندھیر درخت کو دیکھتے ہوئے گھونٹ بھر کے بولا۔

''مگر کیسے؟'' ایڈم بے جان قدموں سے چلتا اس کے عقب میں آ رکا۔

''کل رات یہاں آنے سے پہلے میں نے ایک کاغذ لکھا تھا۔ اس کو دراز میں رکھنے کے بعد مجھے ملا کہ آنے تک سب یاد آ گیا تھا۔ ایسے جیسے کبھی بھولا ہی نہ ہو۔''

''اور آپ نے بے تالیہ کو نہیں بتایا؟'' وہ صدمے سے اس کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔

وان فاتح نے جواب نہیں دیا۔ وہ سامنے درخت کو دیکھتے ہوئے گھونٹ گھونٹ چائے پیتا رہا۔

''اگر آج آپ ان کو بتا دیتے تو وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوتیں۔''

''اس سے کہو کل وہ مجھ سے ملے۔''اس نے ایڈم کی بات کاٹی تھی۔

چند منٹ پہلے اس نے یہ کہا ہوتا تو ایڈم سختی سے انکار کر دیتا مگر اب سب بدل چکا تھا۔اس نے سر تسلیم خم کر دیا۔

''کل رات.....وہی وقت.....وہی جگہ۔'' مسکرا کے کہتے ہوئے فاتح اس کی طرف مڑا۔وہ بالکل پرسکون لگتا تھا۔

''سو کے۔''ایڈم نے پھر سے سر کو جنبش دی۔اب وہ ان دونوں کے درمیان نہیں آ سکتا تھا۔

''تمہارے خیال میں وہ دوبارہ ملنے پہ راضی ہو جائے گی؟''

''انہوں نے مجھے ایک کام کہا ہے۔میں اس کے بدلے میں ان سے آپ سے ملنے کے لئے کہوں گا۔''

اس نے چائے سے بھرا کپ واپس رکھا اور مڑ گیا۔تب فاتح نے اسے پکارا۔

''ایڈم.....تھینک یو!''

ایڈم اس کی طرف پشت کیے چند ثانیے کھڑا رہا۔فاتح نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اس نے لب کاٹے تھے اور آنکھوں میں زخمی سا تاثر ابھرا تھا۔وہ لمحہ جس کا اس کو ہمیشہ خوف رہا تھا.....وہ آ گیا تھا۔فاتح کو تالیہ یاد تھی۔اور تالیہ کو وہ کبھی بھولا ہی نہیں تھا۔دونوں اپنی جگہوں پہ واپس آ گئے تھے۔وقت کے اس چکر نے اگر کسی کو برباد کیا تھا تو وہ ایڈم بن محمد تھا۔

''آپ کو شکریہ کہنا بھی چاہیے سر۔کیونکہ شکر ہے کہ ایڈم بن محمد کوئی خود غرض آدمی نہیں تھا۔ورنہ.....''اور پھر سر جھٹک کے وہ آگے بڑھ گیا۔

وان فاتح افسوس بھری نظروں سے اسے جاتے دیکھنے لگا۔

وہ دونوں جانتے تھے کہ ایڈم بن محمد کے ان کہے الفاظ میں کیسا درد پنہاں تھا۔

☆☆=========☆☆

ذوالکفلی کا گھر اگلی صبح اپنے مالک کی غیر موجودگی میں مزید ویران نظر آنے لگا تھا۔وہ شہر سے باہر تھا اس لئے آج اس نے تالیہ کا کھانا ٹریپ ڈور سے نیچے نہیں رکھا تھا۔وہ اب خود کچن میں کھڑی ناشتہ بنا رہی تھی۔ذرا سے کھٹکے پہ چونک جاتی۔بار بار کھڑکی کی بلائنڈز کو دو انگلیوں سے کھولتی اور درز سے باہر جھانکتی۔

اردگرد سب سکون تھا۔صرف وہی خوفزدہ تھی۔

ناشتے کی ٹرے لئے وہ دیوان خانے میں آئی اور اسے فرش پہ اپنے سامنے سجایا۔پھر کافی کا مگ اٹھایا ہی تھا کہ نظر شیلف پہ پڑی۔وہاں قطار میں بوتلیں رکھی تھیں۔وہ اپنی بوتل کو پہچانتی تھی۔جو عرصے سے خالی ہو چکی تھی مگر.....مرکزی مقام پہ رکھی

وان فاتح کی بوتل.... آج وہ بھی خالی تھی۔

تالیہ کے لب بے یقینی سے کھل گئے۔ اس نے پرسوں رات یہ بوتل غور سے دیکھی تھی اور یہ تین چوتھائی بھری تھی۔ کل وہ اسے دیکھ نہیں پائی تھی۔ اور آج یہ خالی تھی۔

وان فاتح کی یادداشتیں اس کے ذہن کو واپس مل گئی تھیں۔ کب؟

یقیناً پچھلے چوبیس گھنٹوں میں۔ وہ گزشتہ روز ملاکہ آیا تھا۔ اور پچھلی رات تالیہ سے ملا تھا۔ کیا تب اس کو سب یاد تھا؟ پھر بھی اس نے پولیس بلا لی؟ اس نے تالیہ کو بتایا کیوں نہیں؟

چند لمحے وہ شاک میں بیٹھی رہی..... اور پھر..... پھر اسے ڈھیروں غصہ آیا۔ اور آنکھیں.. آنکھیں بے بسی بھرے زخمی پن سے بھر گئیں۔ وہ مارے باندھے ناشتہ کرنے لگی۔ بار بار آنکھوں میں پانی آتا مگر وہ اسے ہتھیلی سے رگڑ دیتی۔

تبھی گھنٹی بجی۔ تالیہ کرنٹ کھا کے اٹھی اور تیزی سے ٹخنے سے بندھا خنجر نکالا۔ اس کی رنگت سفید پڑ گئی تھی۔

چند لمحے وہ خاموشی سے دم سادھے کھڑی رہی۔ پھر باہر سے آواز سنائی دی۔ ''میں ہوں۔ ایڈم۔''

''مجھے امید نہیں تھی کہ تم اتنی جلدی آ جاؤ گے۔''

وہ اسے اندر لائی اور پھر دروازے کو لاک کیا' چٹخنی بھی چڑھائی اور بولٹ بھی اٹکایا۔ آج موسم قدرے زیادہ ٹھنڈا تھا۔ اس لئے ایڈم نے جیکٹ پہن رکھی تھی۔ مگر گھر گرم تھا۔ اس نے راہداری میں آتے ہی جیکٹ اتاری اور اسے افسوس سے دیکھا' جو اب کھڑکی سے باہر کا جائزہ لے رہی تھی۔

''فکر نہ کریں۔ کوئی میرا پیچھا نہیں کر رہا۔ میں بہت احتیاط سے ادھر آیا ہوں۔''

تالیہ نے سر جھٹکا اور دیوان خانے میں چلی آئی۔ وہ اس کے پیچھے آیا اور بنا تمہید کے کہنے لگا۔ ''وان فاتح کو سب یاد ہے۔''

''جانتی ہوں۔ ابھی دیکھا ہے۔'' وہ تلخی سے شیلف کی طرف اشارہ کر کے بولی اور واپس فرش پہ دوزانو بیٹھی۔ ماتھے پہ بل تھے اور اس نے دوبارہ ناشتے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔

''واہ۔ خاصا ترقی یافتہ جادوگر واقع ہوا ہے ذوالکفلی۔ کافی اپ گریڈڈ سسٹم ہے اس کا۔''

پھر اس نے تالیہ کے تاثرات دیکھے تو چہرے کو سنجیدہ کیا اور اس کے سامنے بیٹھا۔

''انہوں نے پولیس نہیں بلائی تھی۔ وہ....''

''مجھے بعد میں اندازہ ہو گیا تھا۔'' وہ ہنوز تلخ تھی۔ ایڈم نے گہری سانس لی۔ وہ سارے مسئلے خود ہی حل کر چکی تھی۔

''وہ آپ سے دوبارہ ملنا چاہتے ہیں۔''

''اب کیا بچا ہے جس کے لئے وہ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ کیاان کے پاس میرے سوالوں کے جواب ہیں؟ کیونکہ ان کی طرف میرے بہت سے حساب نکلتے ہیں'ایڈم۔''

اتنے مہینوں کے ادھورے جواب اور فاتح کے ادھورے فیصلے یاد آئے تو اس کے دل پہ آنسو گرنے لگے۔

''جواب ہو گا تو ملنا چاہتے ہیں۔ آپ ایک دفعہ ان کی بات سن لیں۔ آج رات وہی جگہ' وہی وقت۔ فیصلہ آپ کا ہے۔'' پھر اس نے جیب سے ایک پوٹلی نکالی اور اس کے سامنے رکھی۔

''یہ وہ تمام چیزیں ہیں جو آپ کو درکار تھیں۔''

تالیہ دنگ رہ گئی۔ ''تمہیں یہ اتنی جلدی کیسے ملیں۔''

''آپ کو ڈھونڈنا ان جڑی بوٹیوں کو ڈھونڈنے سے زیادہ مشکل تھا۔ مگر.... بے تالیہ.... آپ کوئی غلط کام تو نہیں کرنے جا رہیں۔''

تالیہ نے تیزی سے پوٹلی جھپٹی اور کھولی۔ پھر گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

''اگر ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا تو خاموشی سے اس کو نبھاؤ۔ میں کچھ ایسا نہیں کروں گی جس سے کسی دوسرے کا کوئی نقصان ہو۔''

ایڈم کو ذوالکفلی کی بات یاد آئی۔ اس نے لمحے بھر کے لئے سوچا کہ وہ کہے'اپنی جان مت لینا' مگر نہیں.... جس تالیہ کو وہ جانتا تھا... وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے اس نے کچھ نہیں کہا۔ بس ہامی بھر لی۔

''میں آپ کے ہر فیصلے میں آپ کے ساتھ ہوں۔''

وہ چلا گیا تو تالیہ دروازہ بند کر کے راہداری میں آئی تا کہ نیچے جا سکے مگر اسی پل دوبارہ گھنٹی بجی۔

وہ چونکی۔

دو دفعہ۔ تین دفعہ۔ کوئی بے چینی سے بار بار گھنٹی بجا رہا تھا۔ پھر دروازہ دھڑ دھڑایا جانے لگا۔

اس نے پوٹلی سینے سے لگائے'اضطراب سے بند دروازے کو دیکھا۔ اب کون آیا تھا؟

☆☆==========☆☆

اندھیرا املا کہ شہر کو دھیرے دھیرے نگل رہا تھا۔ اسٹریٹ پولز کی روشنیاں مغرب ڈھلتے ہی جل اٹھی تھیں مگر وہ اندھیرے سے لڑنے میں ناکام نظر آتی تھی۔ آسمان پہ آج ایک بادل تک نہ تھا۔

صرف سناٹا تھا۔ اور تارے تھے۔ اور تارے خاموشی سے یان سوفو کے کنویں کو دیکھ رہے تھے جو خستہ حال دیواروں سے

گھرے احاطے میں واقع تھا۔

کنویں کی منڈیر پہ وہ بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں گھاس کا تنکا تھا جسے وہ دھیرے دھیرے توڑ رہا تھا۔ ٹھنڈ کے باوجود اس نے سوئیٹر یا جیکٹ نہیں پہنی تھی۔ بلکہ سیاہ شرٹ کے آستین بھی موڑ رکھے تھے۔ بار بار وہ کلائی کی گھڑی دیکھتا پھر دوبارہ سے تنکے کے ٹکڑے کرنے لگ جاتا۔

اسے احساس بھی نہ ہوا اور کب فضا میں اس کی مانوس خوشبو گھلتی گئی۔ فاتح نے چونک کے سر اٹھایا۔ پھر تنکا ہاتھ سے پھسل جانے دیا۔

وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

آج اس نے سفید.... کورے سفید رنگ کا باجو کرنگ پہن رکھا تھا اور گردن میں مفلر کی طرح سرخ اسٹول لے رکھا تھا۔ بال پن لگا کے آدھے باندھ رکھے تھے اور دائیں کان کے اوپر ننھا سا چیری بلاسم کا نقلی پھول اٹکا تھا۔ کانوں میں قدیم ملاکہ سے لائے ٹاپس اور ہاتھ میں وہی سرخ یاقوتی انگوٹھی تھی۔

تالیہ کا چہرہ اسی طرح سفید اور بے رونق تھا مگر وہ تیار لگ رہی تھی۔ کس شے کے لئے تیار؟

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں چند لمحے خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور آسمان پہ بکھرے تارے ان کو۔

"تو آپ کو یاد آ گیا کہ آپ مجھے کیسے اکیلا چھوڑ گئے تھے؟" وہ آنکھوں میں گلہ لیے بولی تھی۔ "آپ نے میرے بابا سے سودا کر لیا.... اپنی یادداشتوں کا سودا.... اور مجھے اعتماد میں لینا بھی ضروری نہ سمجھا۔"

اس کے پاس بہت سے شکوے تھے۔

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں وقت کی قید سے نکال لاؤں گا۔"

"آپ مجھے بتا تو سکتے تھے۔ کیا میرا اتنا بھی حق نہیں تھا کہ میں نہ جان پاتی؟ جانتے ہیں جب ہم واپس آئے اور میں آپ سے پارٹی میں ملی تو مجھے کیسا دھچکا لگا۔" اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ "آپ مجھے بھول گئے تھے اور مجھے لگا مجھے ساری دنیا بھول گئی ہے۔"

"آئی ایم سوری!" وہ اس سے نگاہ ہٹائے بغیر دھیرے سے بولا۔ "میں تمہیں وقت سے پہلے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"تو پھر مجھے آزاد کر دیتے۔ اس زبردستی کے رشتے سے۔ اس بنا ثبوت کے تعلق سے۔ مجھے خود سے باندھ کے کیوں رکھا؟" بے بسی بھرے غصے سے لبریز آواز بلند ہونے لگی۔

"میں نے سوچا تھا کہ میں یہ کروں گا مگر میں نہیں کر سکا۔" وہ شکستگی سے کہہ رہا تھا۔ "میں تمہیں تحریری طور پہ آزاد کرنا چاہتا

تھا مگر جب ذوالکفلی نے مجھے وہ تین سوال بتائے تو مجھے اندازہ ہوا کہ تم میرے لئے سب سے اہم ہو۔ تمہارے بغیر میں کبھی اپنی زندگی کے ان بھولے ہوئے چار ماہ کو یاد نہیں کر سکتا تھا۔"

"میں آپ کے لئے سب سے اہم ہوں؟" وہ تلخی سے سر جھٹک کے ہنسی۔ پھر آگے آئی اور کنویں کی منڈیر پہ بیٹھی اور گردن اٹھا کے اسے دیکھا۔

"میں اہم تھی تو مجھے بتا دیتے کہ میرے باپ سے سودا کر لیا ہے۔ میں اہم تھی تو مجھے بتا دیتے کہ آریانہ کی موت میں عصرہ کا ہاتھ تھا۔ میں اہم تھی تو اتنے ماہ مجھے ایک باڈی وومن کی طرح ٹریٹ کیوں کیا؟ آپ تو سب بھول گئے تھے۔ اپنی زندگی، الیکشن اور high ambitions میں مصروف ہو گئے تھے۔ میرے دل پہ کیا گزر رہی تھی، آپ کو اندازہ بھی ہے۔"

وہ دھیرے سے اس کے ساتھ بیٹھا۔ وقت کے دونوں مسافر اب شکستہ حال سے کنویں کی منڈیر پہ بیٹھے اندھیر دیوار کو دیکھ رہے تھے۔

"میں سمجھا تھا میرا بھول جانا ہی ٹھیک ہے۔ تم آزاد ہو جاؤ گی اور میں واپس اپنی زندگی میں چلا جاؤں گا۔ میرے ambitions مختلف تھے۔ مجھے اپنے ملک کو تسخیر کرنا تھا۔ میں وہ سب بھلا دینا چاہتا تھا۔"

"مجھے بھی؟" شہزادی نے گلہ آمیز نظروں سے اسے دیکھا تو فاتح نے چہرہ اس کی طرف موڑا۔

"میں غلط تھا۔ مجھے راجہ سے سودا کرنے کے بعد علم ہوا کہ آریانہ کو کس نے مروایا تھا۔ تم مجھے لگا کہ میں اس بات کو نہیں بھولنا چاہتا۔ میں نے وہ نشانیاں تمہارے لیے چھوڑیں تا کہ تم مجھے وہ یاد کروا دو۔"

"آپ نے مجھے خود سے صرف اس لئے باندھے رکھا تا کہ میں آریانہ کے قتل کا معمہ حل کر سکوں۔ آپ نے یہ میرے لئے نہیں کیا۔ آپ نے خود کو چنا۔ آپ خود غرض ہیں، وان فاتح۔"

"میں غلط تھا۔ انسان کو بعض دفعہ خود اپنے آپ کو سمجھنے میں زمانہ بیت جاتا ہے۔ وہ نہیں جان پاتا کہ اس کا دل کیا چاہتا ہے۔ میں نے خود کو کہا تھا کہ میں صرف آریانہ کے لیے تمہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں لیکن....." وہ پھر سے سامنے دیکھنے لگا۔ "لیکن دل چاہتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔"

"اور تالیہ کے دل کا کیا؟" وہ زخمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "آپ کے لئے کام کرنے کی وجہ سے میری ساری زندگی داؤ پہ لگ گئی۔ میں پبلک فگر بن گئی۔ میرے خلاف انکوائریز کھل گئیں۔ اور اب.....اب آپ کی وجہ سے میں ایک قاتل کے طور پہ جانی جا رہی ہوں۔ آپ کے سارے فیصلے غلط تھے، وان فاتح۔ آپ کے فیصلوں کی سزا میں نے بھگتی ہے۔ کیونکہ میں نے ہمیشہ آپ کو چنا۔ اور آپ نے خود کو۔"

''کیا تم مجھے ایک دفعہ موقع دے سکتی ہو کہ میں تمہیں چنوں؟'' وہ اسے دیکھ کے سنجیدگی سے بولا تو یکدم وقت ٹھہر گیا۔ وہ سانس روکے اسے دیکھے گئی۔ شاید اوپر بکھرے تاروں نے بھی دم سادھ لیا تھا۔

''آپ..... مجھے..... چنیں گے؟'' اسے یقین نہیں آیا تھا۔

''دل چاہتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔'' وہ اداسی سے مسکرایا۔ ''میری زندگی میں اس وقت تم سے زیادہ اہم کوئی بھی نہیں ہے۔ تم میری وجہ سے اس سب میں پھنسی ہو۔ مجھے خود کو اس میں سے نکالنے دو۔''

''میں آپ کے لئے اہم ہوں؟'' وہ پھر سے تلخی سے ہنسی۔ سارا فسوں ٹوٹ گیا۔ اس کو جیسے بے یقینی سی تھی۔ وہ بھلا فاتح کے لئے اہم کیسے ہو سکتی تھی۔

''ہم نے ایک زمانہ ساتھ گزارا ہے' تالیہ۔ میں مانتا ہوں کہ میرے فیصلے غلط تھے مگر میں تمہیں اس قدیم دنیا سے نکال کے واپس یہاں لانا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ تم ایک نئی زندگی شروع کرو۔ جرائم اور دھوکہ دہی سے پاک زندگی۔''

''اور اس زندگی میں وان فاتح کو کبھی تالیہ یاد نہ رہے' ہے نا؟ آپ اپنے فیصلوں کی جتنی صفائیاں دے ڈالیں' آخر میں سچ یہی ہے کہ آپ نے تالیہ کو بھول جانا مناسب سمجھا' مگر پھر صرف اپنی یادداشتیں واپس لانے کے لئے اسے اپنے سے جوڑے رکھا۔ اب آپ کو سب یاد آ گیا ہے۔ اب آپ کو میری ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔''

''تمہیں معلوم ہے تم خود بھی کسی چیری بلاسم کی طرح ہو۔'' وہ اس کے کان میں اٹکے پھول کو دیکھ کے بولا۔ وہ نقلی تھا مگر اصلی کا گمان ہوتا تھا۔ ''اور چیری بلاسم نازک ہوتے ہیں۔ وہ تنہا سروائیو نہیں کر سکتے۔''

''ہاں۔ وہ جلدی مر جاتے ہیں۔ انہیں جلدی مر جانا چاہیے۔'' وہ تلخی سے بولی تھی۔

''تم ایک دفعہ مجھ پہ اعتبار کر کے دیکھو۔ میں تمہیں گرنے نہیں دوں گا' تالیہ۔''

''آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں کیا کروں؟''

فاتح نے گہری سانس لی۔ کنویں کا پانی..... اور اس میں گرے لاتعداد سکے دم سادھے سننے لگے۔

''میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ رہو۔ تمہیں میری ضرورت ہے اور مجھے تمہاری۔''

''آپ چاہتے ہیں کہ میں خود کو پولیس کے حوالے کر دوں؟'' اس نے ملامتی نظروں سے فاتح کو دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔ ''مجھے آپ پہ اعتبار نہیں ہے وان فاتح۔ آپ بیچ راستے کے چھوڑ دینے والوں میں سے ہیں۔''

''میں نے تم سے وعدہ کیا تھا اس جنگل سے تمہیں نکالوں گا۔ کیا میں نے وہ وعدہ پورا نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا تھا کہ تمہیں جدید ملاکہ میں واپس لاؤں گا وقت کی قید سے نکال کے۔ کیا میں نے وہ وعدہ توڑا تھا؟ مجھے وعدے نبھانے آتے ہیں' تالیہ۔''

''اور آپ کے وعدوں کی قیمت میں نے چکائی تھی۔''

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''میں آپ کی بات نہیں مان سکتی۔''

وان فاتح کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ دکھ سے اسے دیکھنے لگا۔

''تم مجھے ملنے آ گئیں تو مجھے لگا تم میری بات مان لو گی۔''

''میں کسی اور شے کے لئے آئی تھی۔'' وہ منڈیر کنارے بیٹھا تھا اور وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کا سفید لباس چمک رہا تھا۔ اندھیرے میں کفن کی مانند......

''کس لئے؟'' وہ چونکا۔

''میں آپ کو خدا حافظ کہنے آئی تھی۔ ہم آج کے بعد کبھی نہیں ملیں گے۔''

فاتح کے ابرو پریشانی سے اکٹھے ہوئے۔ وہ دھیرے سے اٹھا۔ ''کیوں؟''

''کیونکہ میں اب تھک چکی ہوں۔ میں دولت اور اس کے آدمیوں سے اب نہیں لڑ سکتی۔ تالیہ کی ہمت ٹوٹ چکی ہے۔''

''تم کیا کرو گی؟''

مگر وہ نہیں سن رہی تھی۔

''میرے سارے راستے بند ہو چکے ہیں۔ میں ملک نہیں چھوڑ سکتی۔ داتن مجھ سے الگ ہو گئی۔ میں ایک مفرور مجرم بن کے رہ گئی ہوں۔ میرا گھر، میرے بینک اکاؤنٹس، سب مجھ سے چھن گیا ہے۔''

''اور وان فاتح؟''

تالیہ چند لمحے کچھ بول نہ سکی۔ ''آپ کو تو میں نے عرصہ ہوا کھو دیا تھا۔''

''تالیہ.... میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں بچا لوں گا۔''

''کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا۔''

''تم نے سفید کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں؟'' اسے ایک دم عجیب سا احساس ہوا۔ جیسے کچھ غلط تھا۔

''یہ آخری ملاقات تھی اور لوگ الوداع کرتے ہوئے سفید ہی پہنتے ہیں۔ یا پھر کیا وہ سیاہ پہنتے ہیں؟ آج کل مجھے چیزیں ٹھیک سے یاد نہیں رہتیں۔''

اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ وہ قدم قدم پیچھے ہٹ رہی تھی۔ ''آپ مجھے میری چوائسز کے لئے معاف کر دیجئے گا۔ میرے پاس دوسرا کوئی راستہ نہ تھا۔''

''تم کیا کرنے کا سوچ رہی ہو؟'' وہ واقعی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

''کسی نے مجھے کہا تھا کہ میرے اندر killer instinct نہیں ہے۔ کسی کے دل پہ پیر رکھ کے فیصلے کرنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ مگر اب.....اب میں یہ کر سکتی ہوں۔''

وہ چوکھٹ تک پہنچ چکی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا' تالیہ مڑی اور اندھیرے میں گم ہو گئی۔

وہ اس کے پیچھے لپکا۔ دوسرا احاطہ سنسان پڑا تھا۔ وہ کہیں نہیں تھی۔ مگر اس کا آخری چہرہ فاتح کے ذہن کے پردے پہ نقش ہو چکا تھا۔

بھیگی سیاہ آنکھیں۔ آدھے بندھے چھوٹے سیاہ بال.....کان پہ لگا پھول۔ کیا تھا اس کے انداز میں جو ڈسٹرب کر رہا تھا؟

تالیہ واپس آئی تو اپنے آنسو خشک کر چکی تھی۔ ذوالکفلی واپس آ چکا تھا۔ اس وقت وہ دیوان خانے میں بیٹھا کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا۔ اسے تیزی سے راہداری سے گزرتے دیکھ کے ٹھٹکا۔ ''تالیہ۔''

مگر وہ سنے بغیر سیدھی نیچے آئی۔ اس کے چھوٹے سے کمرے میں چائے کا سامان رکھا تھا۔

تالیہ نے آنکھیں دوبارہ رگڑیں اور کیتلی میں پانی گرم کرنے رکھا۔ پھر اسٹول کے پلو سے بندھی گرہ کھولی۔ اس میں ایک پُڑی تھی جس کے اندر پسا ہوا جامنی سفوف نظر آتا تھا۔ اس کی کوئی خوشبو نہ تھی۔ اس کا کوئی ذائقہ نہ تھا اور دیکھنے میں وہ بے ضرر سا پاؤڈر لگتا تھا۔

کیا سارے راستے بند ہو چکے تھے؟ کیا یہی واحد راستہ تھا؟ سارے مسئلے ختم کرنے کا؟

ہاں۔

اس نے لب بھینچے اور بہت سے دلوں پہ پیر رکھ کے سفوف پیالی میں ڈال دیا۔ پھر گرم پانی اس میں انڈیلنے لگی۔ آنکھیں ایک دفعہ پھر بھیگنے لگیں۔

☆☆=========☆☆

وان فاتح کتنی دیر اس احاطے کی چوکھٹ پہ کھڑا رہا۔ اس کے ابرو فکرمندی سے بھینچے تھے اور آنکھوں میں پریشانی تھی۔

وہ جیسے ہی گئی تھی فاتح کو اس کی فکر شروع ہو گئی تھی۔

بالآخر وہ وہاں سے نکلا اور کار کو بے مقصد سڑک پہ ڈال دیا۔ ڈرائیو کرتے ہوئے وہ بار بار اپنا فون دیکھتا تھا۔ ایڈم کو کال ملائے؟ یا نہیں؟ کس سے پوچھے تالیہ کے بارے میں؟

اس کی فکرمندی اب شدید پریشانی میں بدل رہی تھی۔ وہ ٹھیک نہیں تھی' اور اسے نجانے کیوں محسوس ہونے لگا کہ وہ خود کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرسکتی ہے۔ شدید مایوسی میں انسان سے کچھ بعید نہیں ہوتا کہ وہ کب کیا کر ڈالے۔

بالآخر اس نے ایڈم کو کال ملائی۔ کارفون کے اسپیکرز پہ اس کا ہیلو گونجا تو فاتح نے اسٹیرنگ وہیل گھماتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔

''ایڈم.....تالیہ کہاں ہے؟''

''کیا وہ ملنے نہیں آئیں؟''

''آئی تھی۔ مگر وہ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔''

ایڈم چپ ہوگیا۔ ''وہ خوفزدہ ہیں اور.....''

''نہیں ایڈم۔ کچھ غلط ہے۔ کیا تم اس سے ابھی رابطہ کرسکتے ہو؟''

''میں.....کوشش کرسکتا ہوں مگر.....''

''اس نے تمہیں کیا کام کہا تھا؟'' یکدم اسے یاد آیا۔

''وہ.....وہ ان کا ذاتی کام تھا اور اگر میں نے آپ کو بتایا تو وہ برا مانیں گی۔''

''ایڈم.....اس نے.....کیا کام کہا تھا؟'' وہ درشتی سے زور دے کر بولا۔ ایڈم تذبذب سے چپ ہوگیا۔ فاتح نے تیسری دفعہ بات دہرائی اور ایڈم کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ سچ بولے یا جھوٹ۔

''وہ چند مخصوص جڑی بوٹیوں کی تلاش میں تھیں جن سے وہ لیانہ صابری کے لئے دوائی بنا سکتی ہیں۔''

''کیسی جڑی بوٹیاں؟'' اس نے بریک پہ پاؤں رکھا اور کار کو سڑک کنارے روک لیا۔

''انہوں نے کہا تھا کہ ان کے پاس کوئی نسخہ ہے۔''

''میں پوچھ رہا ہوں کہ کس قسم کی جڑی بوٹیاں تھیں وہ؟''

''وہ زہریلی تھیں مگر بہت سی دوائیں زہریلی بوٹیوں سے بھی بنتی ہیں اور.....''

''ڈیم اِٹ' ایڈم!'' اس نے جھڑک کے اسے خاموش کروایا۔ ''وہ کہاں ہے؟ ذوالکفلی کے گھر میں؟''

''پلیز وہاں مت جائیے گا۔ اگر آپ وہاں گئے تو وہ مجھ پہ خفا ہوں گی کہ.....''

مگر فاتح نے سنے بغیر فون بند کیا اور تیزی سے کار اسٹارٹ کی۔ اس کے ماتھے پہ پسینے کی بوندیں نمودار ہوئی تھیں۔ ایکسلیٹر پہ زور سے پیر رکھے' اس نے کار کو دوبارہ سڑک پہ ڈال دیا۔ وقت کم تھا۔ سارے کھیل وقت کے ہی تھے۔

ذوالکفلی کا دروازہ اس نے جتنی زور سے پیٹا تھا' بوڑھا جادوگر پریشانی سے باہر آیا تھا.... اسے دیکھ کے وہ ٹھٹھکا۔ ''وان فاتح؟''

''تالیہ کہاں ہے؟'' اس کے چہرے سے شدید اضطراب جھلک رہا تھا اور اس کے انداز میں کچھ ایسا تھا کہ وہ مزاحمت نہیں کر سکا۔ راستہ چھوڑ دیا اور راہداری کی طرف اشارہ کیا۔

''وہ نیچے گئی ہے۔ ابھی کچھ دیر کے لئے اوپر آئی تھی۔ میرے پاس بیٹھی تھی مگر وہ پریشان لگ رہی تھی۔ کچھ ہوا ہے کیا؟''

فاتح نے جواب نہیں دیا۔ بس ہاتھ سے اشارہ کیا تو ذوالکفلی آگے آیا اور جھک کے ٹریپ ڈور کھولا۔

نیچے موجود کتابوں کا مقبرہ نیم روشن تھا۔ وان فاتح تیزی سے زینے اترتے نیچے آیا تو دیکھا۔ وہاں ایم کونے میں ڈھیروں موم بتیاں جلی تھیں۔ قدیم کتابوں کے ریک قطار در قطار رکھے تھے اور دور.... سامنے.... ایک دیوار کے ساتھ تالیہ زمین پہ اکڑوں بیٹھی تھی۔ ہاتھ میں ایک چھوٹی سی گھڑی تھی جس کی ٹک ٹک وہ سن رہی تھی۔

جیسے لمحہ لمحہ گن رہی ہو۔ جیسے انتظار کر رہی ہو۔ اس کا چہرہ اداس تھا۔ بے رونق اور مرجھایا ہوا۔

''تالیہ!'' وہ پھولے تنفس کے ساتھ کہتا سامنے آیا تو وہ چونکی۔ اسے دیکھ کے ابرو حیرت سے اٹھے۔ وہ اس کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

''آپ؟ یہاں؟'' وہ پریشانی سے کہتی اٹھی' پھر فاتح کے عقب میں آتے ذوالکفلی کو دیکھا جو متعجب نظر آتا تھا۔

''تم مجھ پہ اعتبار نہیں کرنا چاہتیں' ٹھیک ہے' مگر تم اپنی زندگی ختم کرنے کے بارے میں کیسے سوچ سکتی ہو؟'' وہ اس کے سامنے آرکا اور غصے سے بولا۔

تالیہ نے چونک کے اسے دیکھا۔ ''آپ کو کس نے....''

''مجھے ایڈم نے کہا ہے کہ اس نے تمہیں زہریلی جڑی بوٹیاں لا کے دی ہیں۔''

''کیا؟ میں نے اسے منع کیا تھا۔'' ذوالکفلی تیزی سے آگے آیا اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔

تالیہ نے لب کاٹے۔ وہ اس سب کے لئے تیار نہیں تھی۔

''میرے پاس اس زندگی میں کوئی امید نہیں بچی تھی۔ آئی ایم سوری!''

فاتح کے دل کو دھکا سا لگا۔ اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

''مجھے وہ زہر دو جو تم نے بنایا ہے۔'' اس نے ہتھیلی سامنے کی مگر یہ الفاظ کہتے ہوئے بھی اس کو اندازہ تھا کہ اب دیر ہو چکی تھی۔

تالیہ نے بے بسی سے شانے اچکا دیے۔ آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔

''مجھے معاف کر دیجیے گا' مگر میرے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں بچا تھا۔'' اس نے نظریں جھکا لیں۔

وہ چند لمحے کے لئے کچھ بول نہیں سکا۔ ہاتھ ڈھیلا ہو کے پہلو میں جا گرا۔ ذوالکفلی البتہ تیزی سے آگے آیا اور اس کو کہنی سے پکڑ کے جھنجھوڑا۔

''کون سا زہر کھایا ہے تم نے 'ہاں؟ مجھے بتاؤ۔ میرے پاس اس کا تریاق ہوگا۔'' وہ پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔

تالیہ نظریں جھکائے کھڑی لب کاٹتی رہی۔ وہ کچھ نہیں بولی۔ فاتح کی نظریں اس کی آنکھوں پہ جمی تھیں۔ اور تب اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے ہاتھ میں پکڑی گھڑی کو دیکھ رہی تھی۔ ٹک.....ٹک.....ٹک.....

''تالیہ.... میں پوچھ رہا ہوں تم نے کون سا زہر کھایا ہے؟ ہر زہر کا تریاق ہوتا ہے۔'' ذوالکفلی نے چلا کے پوچھا تھا۔

تالیہ مراد نے سر جھکائے گہری سانس لی۔

پھر اس نے آنکھیں رگڑیں اور پلکیں اٹھائیں۔

اس کی آنکھوں میں اب آنسو نہیں تھے۔

ان میں ایک مخصوص چمک تھی۔

''کس نے کہا کہ زہر تالیہ نے کھایا ہے؟'' وہ ہلکا سا مسکرائی۔

ذوالکفلی ایک لمحے کے لئے ساکت رہ گیا۔ پھر وہ بے اختیار پیچھے ہٹا۔

''زہر میری کافی میں نہیں تھا' شکار باز۔ زہر تمہاری کافی میں تھا جو ابھی تم نے میرے ساتھ پی تھی۔''

وہ تلخی سے مسکرا کے کہہ رہی تھی۔

ذوالکفلی سکتے میں تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ وان فاتح نے البتہ کراہ کے آنکھیں بند کیں۔ ایڈم تالیہ کو جانتا تھا۔ صرف ایڈم اسے اچھے سے جانتا تھا۔ وہ جانتا تھا تالیہ مراد کبھی اپنی جان نہیں لے سکتی۔

''جانتے ہو سب سے مشکل کام کیا ہوتا ہے؟ کسی کون مین کو کون کرنا۔'' وہ سینے پہ بازو لپیٹے کہتے ہوئے دھیرے دھیرے چلنے لگی تھی۔ ''تم نے میرے باپ کو اپنے جیسا جادوگر بنایا تھا۔ تم نے ہم سب کی زندگیاں برباد کی تھیں۔ تمہاری وجہ سے ہم وقت کے چکر میں پھنسے تھے۔ مجھے تم پہ رحم نہیں آتا' ذوالکفلی۔ میں تمہارے پاس پناہ کے لیے نہیں آئی تھی۔ میں تمہیں کون کرنے آئی تھی۔'' وہ دھیرے دھیرے اس کے گرد دائرے میں ٹہل رہی تھی۔

''تمہارے پاس کچھ ہے جو مجھے چاہیے تھا۔ مگر میں وہ تم سے کیسے لوں؟ اس کے لیے مجھے تمہیں یہ یقین دلانا تھا کہ میں

خودکشی کرنے جا رہی ہوں۔تمہارے پاس مجھے اپنے ہاں ٹھہرانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔اور میں یہ بھی جانتی تھی کہ تمہارے پاس ایک کتب خانہ ہے۔ بابا نے مجھے بتایا تھا کہ ہر شکار باز کے پاس ہوتا ہے۔تم نے مجھے بالکل وہیں ٹھہرایا جہاں میں ٹھہرنا چاہتی تھی۔اور ایڈم نے میری مدد کی ایسا زہر تیار کرنے میں جس کو کھانے کے بعد تمہیں تب علم ہو گا جب دیر ہو چکی ہو گی۔"

اور اس وحشت ناک لمحے میں ذوالکفلی نے اپنے ہاتھوں کی پشت کو دیکھا۔اس کے ناخن ہلکے ہلکے نیلے پڑنے لگے۔اس نے بے یقینی سے تالیہ کو دیکھا۔

"کون سا....زہر تھا وہ؟" وہ ہلکا سا غرایا۔اس کی آنکھیں سرخ ہوئیں۔

"اس کا تریاق تمہارے پاس نہیں ہے۔میرے پاس ہے اور میں نے تمہارے گھر میں کہیں چھپایا ہے۔" وہ اس کے مقابل کھڑی کہہ رہی تھی۔

"تالیہ....تم کیا کر رہی ہو؟" فاتح نے پریشانی سے اسے ٹوکا مگر بولنے کی باری شہزادی کی تھی۔

"میں کوئی چیری بلاسم نہیں ہوں جو ذرا سی ہوا سے گر جائے گا۔ میں ملاکہ کی شہزادی تاشہ بنتِ مراد ہوں اور میں اپنی اس زندگی کو ختم کر کے واپس اپنی اصل زندگی میں جا رہی ہوں۔"

پھر اس نے نظروں کا رخ ذوالکفلی کی طرف موڑا اور ہتھیلی پھیلائی۔

"تم مجھے وقت کی چابی دے دو' تو میں تریاق تمہیں دے دوں گی۔"

"تم میرے ساتھ یہ کرو گی....میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" ذوالکفلی نے کراہ کے آنکھیں بند کیں پھر جب ان کو کھولا تو ان میں بے بسی بھرا غصہ تھا۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔تم نے مجھے زہر نہیں دیا۔" مگر اس کا لہجہ شکستہ تھا۔تالیہ نے مسکرا کے کندھے اچکائے۔

"اور اگر میں سچ بول رہی ہوں' تب؟ تمہارے پاس چانس لینے کا وقت ہے کیا؟"

اس کی ہتھیلی اب تک پھیلی تھی۔اور آنکھیں ذوالکفلی پہ جمی تھیں جس کی رنگت سفید پڑتی جا رہی تھی۔ہونٹ جامنی ہو رہے تھے۔

"تالیہ.... یہ مت کرو۔" فاتح آہستہ سے بولا۔وہ افسوس سے اسے دیکھ رہا تھا مگر آج تالیہ کو کسی کی نہیں سننی تھی۔

"چابی! وہ چابی جو تم نے میری ہیئر پن سے بنائی تھی۔اور اس دفعہ بوتل کا پانی تم خود پیو گے۔کیونکہ ہم میں سے کوئی یادداشت نہیں کھونا چاہتا۔" اس نے زور دے کر دہرایا تو ذوالکفلی الٹے قدموں مڑا اور زینے کی طرف لپکا۔

''میں نے وہ سب.....وہ سب تمہیں واپس لانے کے لئے کیا تھا اور تم....'' وہ صدمے اور پریشانی سے کہتا قریب آیا۔''تم اس قید میں پھر واپس جانا چاہتی ہو؟''

تالیہ نے اجنبی نظروں سے اسے دیکھا۔''آپ کی دنیا نے میرے اوپر زندگی تنگ کر دی ہے۔آپ کو آپ کی دنیا مبارک ہو۔مجھے میرے بابا کے پاس واپس جانا ہے۔''

مگر فاتح نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔''تم.....واپس.....نہیں جاسکتیں۔تم ہماری ریاضت کو ضائع نہیں کر سکتیں۔''

''آپ نے مجھے بھول جانے کا انتخاب کیا تھا۔میں آپ کو بھول جانے کا انتخاب کر رہی ہوں۔''

''تم یہ کیوں کر رہی ہو؟'' وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

''کیونکہ جب میں کچھ دن پہلے داتن سے ملی اور اس سے پوچھا کہ اس کے پاس کینسر کی دوا کی بوتل کیوں تھی؟ تو جانتے ہیں اس نے مجھے کیا کہا؟''

وہ تکلیف سے کہہ رہی تھی۔

اس کے اردگرد کا منظر بدلنے لگا۔

وہ جھونپڑے میں داتن کے سامنے بیٹھی تھی۔دیوار پہ چیری بلاسم کے گرتے پھولوں کا عکس ہنوز چل رہا تھا۔

''کیا تم سچ جاننا چاہتی ہو؟'' تاؤ سوشی رول کو ٹھک ٹھک کاٹ رہا تھا اور داتن کہہ رہی تھی۔

''میں سچ جانتی ہوں۔تمہیں کینسر ہے اور تم نے اسے مجھ سے چھپایا ہے۔اس تصویر میں تمہاری دوا کی بوتل.....''

''یہ بوتل میری نہیں ہے' تالیہ۔'' داتن دکھ سے بولی اور وہ ٹھہر گئی۔

''اس تصویر میں ایک تیسرا شخص بھی ہے جسے تم ہمیشہ نظر انداز کر جاتی ہو۔یہ دوا ایڈم کی ہے۔ایڈم بیمار ہے۔میں نہیں۔''

دیوار پہ گرتے پھول جیسے فضا میں ٹھہر گئے تھے۔

''ہم دونوں اس وقت تمہیں اس لیے نہیں تلاش کر سکے تھے کیونکہ میں ایڈم کی بیماری کے علاج میں الجھی تھی۔اس نے صرف مجھے بتایا تھا۔تمہیں وہ پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔''

''ایڈم کو.....ایڈم کو کیا ہوا ہے؟''

''وہ جب سے وقت میں سفر کر کے واپس آیا ہے' اس کی طبیعت دھیرے دھیرے خراب ہونے لگی تھی۔مگر وہ اسے نظر انداز کر کے کام میں جتا رہا۔میں زبردستی اسے چیک اپ کے لیے لے گئی تو اس کا کینسر ڈائیگنوز ہوا۔لیکن یہ کینسر نہیں تھا۔یہ کوئی ایسی بیماری تھی جو بظاہر کینسر کی طرح لگتی تھی اور اسے اندر سے کھا رہی تھی مگر ڈاکٹر اسے سمجھنے سے قاصر تھے۔پھر ایڈم

اپنی کتابوں کی طرف پلٹا اور اس نے مختلف جڑی بوٹیوں کے ساتھ کینسر کی کچھ دوائیں ملا کے اپنا علاج کرنے کی کوشش کی۔ دو ماہ وہ اپنی بنائی دوا کھاتا رہا مگر اسے فرق نہ آیا۔ پھر وہ اپنی کتاب میں لگ گیا اور اس نے خود کو موت کے خوف سے بے نیاز کر لیا لیکن.....لیکن میں اس بیماری کو جاننے کے لیے پمبورو کی کتابوں کو کنگھالنے لگی۔"

"وقت کا چکر.....یہ اسے وقت کی وجہ سے ہوا ہے۔" تالیہ نے کراہ کے آنکھیں بند کیں۔

"ہاں اور مجھے یہی سمجھ آیا کہ وقت کا سفر انسانی جسم کو شدید تکلیف سے گزارتا ہے اور اس تکلیف کو زائل کرنے کے لیے بوتل کا وہ پانی پینا پڑتا ہے جس کو پی کر ہی چابی ملتی ہے۔ وہ پانی دراصل اس مرض سے مدافعت کی دوا تھی۔ یادداشت کا کھو دینا اس دوا کا ایک سائیڈ ایفیکٹ تھا۔ تم نے وہ دوا پی تھی۔ فاتح نے پی تھی۔ ایڈم نے نہیں پی تھی۔ اس لیے اس کا جسم اس چکر سے نکلنے کے بعد اس کے اثرات کو برداشت نہیں کر پایا۔"

"اس کا حل.....اس کا حل کیا ہے؟"

"اس کا حل صرف شکار باز کے پاس ہو سکتا ہے۔ میرے پاس ایسی کتابیں نہیں ہیں جو ذوالکفلی کے پاس ہوں گی۔ اگر تم اس سے پوچھو تو....."

"ذوالکفلی نے کبھی بدلے میں کچھ مانگے بنا کوئی کام نہیں کیا۔ وہ مجھے نہیں بتائے گا۔ مجھے اس کے کتب خانے تک رسائی چاہیے۔ چینج آف پلان۔ مجھے ملاکہ جانا ہے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں اسی لیے ملاکہ آئی تھی۔ ایڈم کے لیے۔ مگر....." نیم اندھیر کتب خانے میں کھڑی تالیہ نے اردگرد کتابوں کو دیکھا اور زخمی سا مسکرائی۔ "مگر ان کتابوں سے معلوم ہوا کہ اس بیماری کا تریاق ذوالکفلی کے پاس نہیں ہے۔ اس بیماری سے وقت کے ایک صرف ایک مسافر کو آج تک شفا ملی ہے اور جانتے ہیں اس کا تریاق کس شکار باز نے بنایا تھا؟"

"مراد راجہ نے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ اسے تالیہ کا پلان سمجھ آنے لگا تھا۔

"تم وقت میں واپس جانا چاہتی ہو.....اپنے باپ سے ایڈم کی دوا لینے۔"

"ہاں.....بابا کو نہیں معلوم تھا کہ ایڈم بھی ہمارے ساتھ آیا تھا۔ مجھے ان کی وہ افسوسناک نظریں یاد ہیں جن سے انہوں نے ایڈم کو ہمارے ساتھ واپس جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اسی لیے ان کو معلوم تھا کہ میں واپس آؤں گی۔" وہ رکی اور تصحیح کی۔

"ہم.....ہم واپس جائیں گے۔"

وہ کونے میں لگے ایک بک ریک تک گئی تھی اور پھر اسے دھکیلنے لگی۔

جیسے جیسے ریک ہٹتا گیا.....ایک دروازہ سامنے آتا گیا۔ بھوری لکڑی کا دروازہ جس کے اوپر لگا تالہ ٹوٹا ہوا تھا۔

تالیہ نے دروازہ دھکیل دیا۔ وہ کھلتا چلا گیا۔ اندر ایک طویل راہداری بنی تھی جس کے اندر مشعلیں روشن تھیں۔ زرد سا اندھیرا بھی تھا۔اور سامنے کوئی کھڑا تھا۔ بے چینی سے بار بار گھڑی دیکھتا۔

اسے دیکھ کے فاتح نے گہری سانس خارج کی۔"تم دونوں اس کام میں شریک تھے۔"

ایڈم بن محمد نے ہلکے سے کندھے اچکا دیے۔ وہ کرتے اور پاجامے میں ملبوس تھا اور سر پہ ٹوپی تھی۔اس کے کندھے پہ ایک سفری بیگ بھی تھا۔

وہ وہاں کھڑا ساری بات سن چکا تھا۔ جانے وہ کب سے وہاں موجود تھا۔

"میں اکیلی جانا چاہتی تھی۔مگر ایڈم جب صبح مجھے جڑی بوٹیاں دینے آیا تو....."

"تو چند قدم دور جانے کے بعد مجھے خیال آیا کہ داتن واقعی کیٹو کر رہی تھی جس سے اس کے بال جھڑ رہے تھے۔اور چے تالیہ میری دوا لینے کے لیے کچھ کرنے جا رہی ہیں۔اسی لیے میں الٹے قدموں واپس آیا اور انہوں نے مجھے سب بتا دیا۔اب ہم دونوں واپس جا رہے ہیں۔ان قاتلانہ حملوں نے مجھے یہ احساس دلایا ہے کہ میں مرنا نہیں چاہتا۔"

فاتح نے افسوس سے اس کا چہرہ دیکھا۔وہ عرصے سے اسے اداس اور مضمحل نظر آتا تھا۔مگر وہ اداس اور مضمحل نہیں تھا۔ وہ بیمار تھا۔

"سوری سر....مگر ہم واپس جا رہے ہیں۔ کیونکہ ہم نے وقت کا دوسرا دروازہ بھی ڈھونڈ لیا ہے۔"

تالیہ اس کے برابر میں جا کے کھڑی ہوگئی۔وان فاتح اکیلا رہ گیا۔

"تو یہ طے ہے کہ تم دونوں اپنے خفیہ منصوبوں میں مجھے کبھی شامل نہیں کر سکتے۔" اسے افسوس ہوا تھا۔

"آپ ہمیں بھول چکے تھے سر۔ہم نے آپ کو واپس لانے کی بہت کوشش کی مگر آپ ہمارے ساتھ نہیں تھے جب ہمیں آپ کی ضرورت تھی۔اب ہم آزاد ہو چکے ہیں۔ہم اپنے پروں پہ اڑنا سیکھ چکے ہیں۔"

ان دونوں کی آنکھوں میں ایک ہی طرح کے تاثرات تھے۔ بغاوت۔ ہٹ دھرمی۔ تنفر......

"میں نے تم لوگوں کو واپس لانے کے لیے وہ سب کیا اور تم؟"

"ہم ہمیشہ کے لئے واپس نہیں جا رہے۔میرا علاج ہو جائے تو ہم واپس آجائیں گے۔"

"اور ہم بنگا رایا ملایو کو مکمل کرنے جا رہے ہیں۔ ذوالکفلی نے غلط کہا تھا کہ وہ کتاب مراد راجہ نے مکمل کروائی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ اسے ایڈم ہی مکمل کرے گا۔"

"اور تم دونوں کو لگتا ہے کہ مراد راجہ تمہیں واپس آنے دے گا؟" وہ تلخی سے بولا۔

''یہ ہمارا مسئلہ ہے۔'' وہ سپاٹ انداز میں بولی۔

زینے اترنے کی آواز آئی تو فاتح نے پلٹ کے دیکھا۔ ذوالکفلی سفید چہرے کے ساتھ تیزی سے چلا آرہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بوتل تھی جو خالی تھی۔ اس نے ابھی ابھی اس کا پانی پی لیا تھا اور چابی نکال لی تھی۔

کھلے دروازے کو دیکھ کے وہ چونکا۔ پھر گہری سانس لی۔

''میں نے تمہیں پناہ دینے کی غلطی کی۔ تم نے مجھے ہی دھوکہ دے ڈالا۔'' وہ تلخی سے کہتے ہوئے قریب آیا۔

''مجھے یہ سب سکھانے والا استاد بہترین تھا۔'' شہزادی نے مسکرا کے کندھے اچکائے اور ہتھیلی پھیلا دی۔

''پہلے تریاق!''

''پہلے چابی۔'' وہ غرائی۔

ذوالکفلی چند لمحے بے بسی سے اسے دیکھتا رہا۔ چابی ہاتھ میں دبوچی ہوئی تھی۔ پھر اس نے فاتح کو دیکھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''چابی مت دینا' ذوالکفلی۔ مجھے یقین ہے اس نے تمہیں زہر نہیں دیا۔ یہ دونوں تمہارے ساتھ کھیل کھیل رہے ہیں۔'' وہ تنبیہہ کر رہا تھا۔

ذوالکفلی نے لب کاٹتے ہوئے واپس ان دونوں کو دیکھا۔ جو برابر کھڑے' اس پہ چبھتی نظریں جمائے ہوئے تھے۔ جیسے اسے چیلنج کر رہے ہوں۔

پھر اس نے اپنے ناخن دیکھے وہ مزید نیلے پڑتے جا رہے تھے۔

وہ آگے بڑھا اور چابی تالیہ کے ہاتھ پہ رکھی۔ ''تم وقت کے ساتھ خطرناک کھیل کھیل رہی ہو پتری تالیہ.... تمہیں اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔''

''دیکھیں گے۔'' وہ جتا کے بولی اور راہداری میں آگے بڑھ گئی۔ سامنے دوسرے سرے پہ ایک قدیم دروازہ نظر آرہا تھا۔

''میرا تریاق!'' وہ چیخا تھا۔ شہزادی نے جواب نہیں دیا۔ البتہ ایڈم نے مڑتے مڑتے کہا تھا۔

''بےفکر رہو۔ جو بے ذائقہ سفوف ہم نے بنایا تھا' وہ زہر نہیں تھا۔ تمہیں کسی تریاق کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تمہاری یہ علامات قے اور پانی پینے سے صبح تک ٹھیک ہو جائیں گی۔''

ذوالکفلی نے زور سے زمین پہ پیر مارا۔ پھر فاتح کو دیکھا جو اسے افسوس سے دیکھ رہا تھا۔

''تم اب ان سے چابی نہیں لے سکتے؟''

''جبراً یا چوری کر کے اس چابی کو واپس نہیں لیا جا سکتا۔ تم اس قدم کی قیمت چکاؤ گی تالیہ۔'' آخری فقرہ اس نے چلا کے ادا کیا تھا۔

وہ دونوں اب راہداری میں دور ہوتے جا رہے تھے۔ ذوالکفلی کو گردن پہ دباؤ محسوس ہو رہا تھا۔ شاید اسے قے آنے والی تھی۔ وہ الٹے قدموں زینے کی طرف لپکا۔

''تھینک یو ایڈم۔'' وہ دوسرے سرے تک آئی اور اس دروازے تک رکی۔

وقت کا دروازہ اس کے سامنے تھا۔ بس تالے میں چابی گھمانے کی دیر تھی۔

پھر کسی احساس کے تحت مڑی تو لمحے بھر کو ساکت رہ گئی۔

فاتح اس کی طرف چلا آ رہا تھا۔ ''تالیہ.... مت جاؤ!'' وہ دکھ سے کہہ رہا تھا۔ ''تمہاری دنیا یہ ہے۔ وہ نہیں۔ مراد راجہ تمہیں کبھی واپس نہیں آنے دے گا۔''

تالیہ نے اجنبی نظروں سے اسے دیکھا۔ ''میں فین گرل بن کے آپ کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک گئی ہوں۔ اب مجھے کسی کے پیچھے نہیں بھاگنا۔''

''میں تمہیں بہت مشکل سے واپس لایا تھا' تالیہ۔ میں تمہیں دوبارہ نہیں کھو سکتا۔'' وہ زخمی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''آپ نے مجھے کبھی نہیں چنا' فاتح۔ آپ نے ہمیشہ خود کو چنا ہے۔ آپ کے سارے فیصلے خود غرض تھے۔'' وہ کہہ کے مڑی اور تالے کو چھونا چاہا۔ مگر اسی لمحے......

وہ تیزی سے آگے آیا.... اور دونوں کے درمیان سے گزر کے اس نے تالے کو پکڑا۔

ایڈم اور تالیہ بے اختیار پیچھے ہٹے۔

فاتح نے ہتھیلی بڑھائی تو لمحے بھر کو اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔ پھر اس نے خود کو چابی فاتح کی ہتھیلی پہ رکھتے دیکھا۔

''تم مجھ پہ give up کر سکتی ہو۔ میں تم پہ give up نہیں کر سکتا۔ سوری تالیہ.... مگر میں تمہیں اس سونے کے جہنم میں اکیلے نہیں جانے دے سکتا۔''

وہ شدید تکلیف سے یہ الفاظ کہتا چابی تالے میں گھما رہا تھا۔ ایڈم کے لب بے یقینی سے کھل گئے اور تالیہ پلک تک نہ جھپک سکی۔

''آپ کیا کر رہے ہیں۔'' تالہ کھول کے اس نے دروازہ دھکیلا تو سامنے راہداری میں پانی پڑا تھا۔ وہاں ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ دو دریا ان کے سامنے تھے۔

وہ اس کی طرف گھوما اور سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''میں تمہارا چناؤ کر رہا ہوں۔''

اور پھر وہ خود سب سے پہلے آگے بڑھا۔

جیسے وہ ہمیشہ بڑھتا تھا۔ سب سے آگے۔ راستہ دکھاتے ہوئے۔

اور وہ دونوں کسی معمول کی طرح اس کے پیچھے آتے تھے.....

''آپ.....نہیں جاسکتے.....آپ کے پاس پیچھے.....ایک.....ایک زندگی ہے۔ شاندار مستقبل ہے۔ آپ وہ سب نہیں چھوڑ سکتے۔'' وہ حواس باختہ سی اس کے پیچھے آئی۔

''آپ.....پلیز.....واپس جائیں۔'' ایڈم بھی پریشانی سے اسے پکار رہا تھا۔

مگر وہ تینوں دہلیز پار کر چکے تھے۔ جب تک ایڈم نے مڑ کے دیکھا' وقت کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔

وہ ماضی اور مستقبل کے دریا کے دہانے پہ کھڑے تھے۔

''آپ نے یہ کیوں کیا؟'' وہ بے یقینی سے اسے آگے چلتا دیکھ رہی تھی۔

''میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں وقت کی قید سے نکال کے لاؤں گا۔ اور وعدے کبھی پرانے نہیں ہوتے۔''

وہ آگے چلتا جا رہا تھا۔ ان دونوں کو بھی اب آگے ہی جانا تھا۔ پیچھے کے سارے راستے بند ہو چکے تھے۔

فاتح نے درمیان میں رک کے ایک مشعل دیوار سے نکالی اور اسے فضا میں بلند کیے آگے راستہ دیکھتا چلتا گیا۔ پانی کی بوندیں مسلسل ان پہ گر رہی تھیں۔ وہ بھیگتے جا رہے تھے.....

آخری سرے پہ ایک بڑا سا لکڑی کا دروازہ تھا۔ اس پہ بھی اسی طرح زنجیریں اور تالا بندھا تھا۔ وان فاتح اس کے قریب پہنچا تو وہ جیسے کسی خواب سے جاگی اور ایک دم آگے آئی ایسے کہ دروازے اور فاتح کے درمیان حائل ہو گئی۔ وہ ٹھہر گیا۔

''آپ واپس چلے جائیں۔'' وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ کے بولی۔ ''آپ کے پاس آپ کی دنیا میں کھونے کو بہت کچھ تھا' فاتح۔''

وہ اسے دیکھ کے مسکرایا۔ اس کے گیلے بال ماتھے پہ آگے کو گر رہے تھے۔

''میرے پاس وہاں کھونے کے لئے کچھ بھی نہیں رہا تھا۔''

''غلط۔ آپ وزیر اعظم بننے جا رہے تھے۔'' وہ بے چینی اور تکلیف سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''جانتی ہو میں نے وقت کے تینوں سوال کیسے حل کیے؟ جب ملاکہ آنے سے پہلے میں ایک تحریر اپنی اسٹڈی میں لکھ کے

رکھ آیا تھا۔"

"کیسی تحریر؟"

"میں نے جان لیا تھا کہ اس کو لکھنے کا بہترین وقت ابھی ہے۔ اور میری زندگی کا اہم ترین شخص تم ہو۔ اور تمہیں بچانا میرے لئے سب سے اہم کام ہے۔ اسی لیے وقت مے مجھے میری یادیں واپس کر دی تھیں۔"

"کیسی تحریر؟ کیا لکھا آپ نے؟"

"میں نے بی این کی چیئر مین شپ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ میں اب ملک کا وزیر اعظم نہیں بننے جا رہا۔"

تالیہ کے اوپر جیسے ایک دم کسی نے گھڑوں پانی الٹ دیا تھا۔ وہ گنگ رہ گئی۔ ایڈم بھی سکتے میں آ گیا۔

"مگر کیوں؟ اس آف شور کمپنی کی وجہ سے؟ وہ عصرہ نے بنائی تھی۔"

"سر... آپ نے مسز عصرہ کا نام کیوں نہیں لیا؟ آپ نے.... آپ نے ان کاغذات کا الزام اپنے سر کیوں لیا جو بلینک تھے اور دھوکے دہی سے سائن کروائے گئے تھے؟"

ایڈم افسوس سے کہہ رہا تھا اور وہ مارے صدمے کے مزید کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔

وان فاتح زخمی سا مسکرایا۔ پھر سر اٹھا کے دیکھا۔ اوپر اندھیرا تھا۔ اور بارش ہو رہی تھی۔ مگر.. یکا یک...

پانی کی گرتی بوندیں.... چیری بلاسم کے پھولوں میں تبدیل ہوتی گئیں۔

وہ سڑک کنارے بنچ پہ بیٹھا تھا۔ سڑک اور گھاس پہ گلابی پھولوں کی تہہ بچھی تھی۔ سامنے چلتا بچہ گلابی کاٹن کینڈی کی اسٹک ہاتھ میں گھما رہا تھا۔ اس کے پیروں سے سکے چھنکنے کی آواز آ رہی تھی.....

عصرہ ساتھ آ کے بیٹھی تھی۔ اس کی کافی ذرا سی چھلکی تھی۔

"تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے کیا؟"

فاتح نے فائل کھولی تو ایک دم ڈھیر سارے پھول اوپر سے آن گرے۔ سفید کاغذ گلابی پھولوں سے بھر گیا۔

اس نے ہاتھ سے پھول ایک طرف گرائے تھے تو نیچے سے کاغذ نظر آنے لگا۔

وہ بلینک نہیں تھا۔

اس پہ سیاہ چھپی ہوئی تحریر واضح تھی۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے اچھنبے سے پوچھا۔

عصرہ نے گہری سانس لی۔ "کاش تم بغیر بحث کے اسے سائن کر دیتے... لیکن... میں یہ ہماری فیملی کے لیے کر رہی

ہوں۔ہم اس رپورٹر کو ڈائریکٹ پے نہیں کر سکتے' فاتح۔انکوائری شروع ہوئی تو اسکینڈل بن جائے گا۔ میں ایک آف شور کمپنی بنا رہی ہو۔اس کے اکاؤنٹ سے ہم اسے آف شور پے کر دیں گے تا کہ وہ اپنا منہ بند کرے اور ہماری بیٹی کو نا جائز اولاد نہ کہا جا سکے۔''

وہ کاغذ اٹھا کے دیکھ رہا تھا۔ماتھے پہ بل تھے۔''کوئی اور طریقہ نہیں ہے؟''

''ہم رسک نہیں لے سکتے۔اور یہ صرف تھوڑے سے وقت کے لئے ہو گا۔رپورٹر کا منہ بند ہو جائے گا تو ہم اس کو بند کر دیں گے۔آف شور کمپنی بنانا غیر قانونی نہیں ہے۔اسے چھپانا غیر قانونی ہے۔جب الیکشن قریب آئیں گے اور اثاثے ظاہر کرنے ہوں گے تو ہم اس کو بند کر چکے ہوں گے۔میرے پاسپورٹ کا آج کل مسئلہ بنا ہوا ہے ورنہ میں خود کھول لیتی۔پلیز فاتح....سائن کر دو۔''

چیری بلاسم بارش کی بوندوں میں بدل گئے۔وہ تینوں نیم اندھیرے میں اس قدیم دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔

''میں نے بلینک ڈاکومنٹ پہ دستخط نہیں کیے تھے۔کمپنی ہم دونوں نے بنائی تھی۔صرف آریانہ کو اسکینڈل بننے سے بچانے کے لئے۔ہم سمجھے تھے کہ رپورٹر کو ایک ہی دفعہ پے کرنا ہو گا مگر وہ بار بار بلیک میل کرنے لگا تو میں نے عصرہ سے کہا کہ کمپنی بند کر دو کیونکہ اثاثوں کی ڈیکلریشن کا وقت آ گیا تھا۔میں رپورٹر کو اپنے ایک دوسرے اکاؤنٹ سے پیسے بھیجنے لگا۔میں سمجھا تھا عصرہ نے کمپنی بند کر دی ہو گی مگر اس نے نہیں کی۔وہ اسے استعمال کرتی رہی۔میں اس کو بھول بھی چکا تھا۔اس لئے میں اس کو پہلی نظر میں نہیں پہچان سکا مگر پھر مجھے یاد آ گیا تھا۔کمپنی رکھنا جرم نہیں ہے۔اس کو چھپانا جرم ہے اور میں اس جرم کا مرتکب ہو چکا تھا۔مجھے استعفیٰ دینا تھا۔کیونکہ میں اپنے لوگوں کو سچ بولنے کی تلقین کر کے خود جھوٹ نہیں بول سکتا۔''

''آپ.....آپ لوگوں کو وضاحت دے دیتے....آپ بتا دیتے کہ آپ بلیک میل ہو رہے تھے اور.....''

''میں نے کمپنی چھپائی' یہ جرم ہے۔کیوں چھپائی' یہ غیر اہم ہے۔اور یہ میری بیٹی کی یاد لوگوں کے ذہنوں میں داغدار کر دے گا۔میں عصرہ اور آریانہ کسی کو بھی ڈھال کے طور پہ استعمال نہیں کر سکتا۔میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکا جو میں نے صوفیہ سے ڈی بیٹ کے وقت کیا تھا۔میں نے بھی لاعلمی میں....اس بات کو ہلکا سمجھ کے......ایک جرم کر دیا تھا۔میرے ضمیر پہ اس کا بوجھ اب بہت زیادہ تھا۔میں انتظار کرتا رہا کہ میرے خواب اور ضمیر کی جنگ میں کون جیتتا ہے۔اور ضمیر جیت گیا۔اگر میں خود سچ نہیں بول سکتا تو میں دوسروں کو سچائی کی تلقین کیسے کر سکتا ہوں۔'' وہ زخمی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

''میں چاہتا تو جھوٹ بول دیتا کیونکہ میری سیکرٹری ہو یا وکیل' سب خود سے فرض کر چکے تھے کہ مجھ سے بلینک ڈاکومنٹ پہ سائن کروائے گئے ہوں گے۔مگر وہ کاغذ بلینک نہیں تھے۔میں واقعی چاہتا تھا کہ میرے ملک میں بہتری آئے۔لیکن کبھی

کبھی انسان کو خود کو اس بہتری کی مثال بنانا ہوتا ہے۔ میں سچ بول کے.....اپنے کیریئر اور خواب کی قربانی دے کر....اپنے لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سچ دنیا کی ہر شے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ میں اپنی سچائی نہیں کھو سکتا تھا۔''

وہ صدمے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اور وہ....وہ کندھے اچکا کے تکلیف سے کہہ رہا تھا مگر اس کے انداز میں اطمینان بھی تھا۔ پھر وہ آگے بڑھا اور دروازہ کھولنے لگا۔

''مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔ دکھ ہے مگر افسوس نہیں۔ میں نے اپنے آپ کو بچا لیا ہے اور اب....'' اس نے زنجیر علیحدہ کی اور تالیہ کو دیکھا۔ ''اب میں تمہیں بچاؤں گا۔'' پھر دروازہ کھول دیا۔

باہر سے ڈھیر ساری روشنی اندر آئی تھی۔ چند لمحے کے لئے تالیہ کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

پھر اس نے چوکھٹ سے باہر قدم رکھا۔ سامنے زینے بنے تھے۔ وہ زینے قدم قدم چڑھنے لگی۔ اوپر سے روشنی آرہی تھی۔

وہ تینوں باہر نکلے تو خود کو سن باؤ انگ لی کے گھر کے صحن میں پایا۔

فضا زرد تھی۔ آسمان صاف تھا۔ سارے میں بارش کے بعد کی مٹی کی سوندھی سی مہک بسی تھی۔ کونے میں تازہ پانی کا کنواں تھا۔ دوسری طرف وانگ لی کا مجسمہ تھا۔ سرسبز پودے اس صحن میں لہلہا رہے تھے۔

قدیم زمانے کی خوشبو اس کے اندر تک اترتی چلی گئی۔

تالیہ نے آنکھیں بند کیں اور سانس اندر کو کھینچی۔

وہ اپنی دنیا میں واپس آچکی تھی۔

''ہم جنگل میں کیوں نہیں ہیں۔'' ایڈم نے تعجب سے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ کندھے پہ رکھے بیگ میں جنگل کے مقابلے کے لیے بہت سا سامان لایا تھا۔

''کیونکہ وقت کے دروازے مختلف جگہوں پہ کھلتے ہیں شاید۔ ہم پچھلی دفعہ وانگ لی کے گھر سے دروازے میں داخل ہوئے تھے اور جنگل میں باہر نکلے تھے۔ اس دفعہ ذوالکفلی کے گھر میں داخل ہوئے اور وانگ لی کے گھر سے نکلے ہیں۔''

وہ کہہ کے آگے بڑھی تو فاتح نے پکارا۔ ''تم اب کیا کرو گی؟''

تالیہ اس کی طرف پلٹی۔ دھوپ اس کے عقب سے آرہی تھی اس لئے فاتح کو اسے دیکھنے کے لئے ماتھے پہ ہاتھ کا چھجا بنانا پڑا۔

''میں.....ملاکہ پہ حکومت کروں گی۔'' اس نے اپنے سفید لباس میں کچھ چھپا کے رکھا ہوا نکالا اور سر پہ پہنا۔ فاتح نے آنکھیں چندھیا کے دیکھا۔ وہ ہیروں سے مزین نازک سا تاج تھا۔

پھر وہ مڑی اور آگے بڑھ کے گھر کا بیرونی دروازہ کھولا۔

باہر چند سپاہی کھڑے تھے۔ اسے دیکھ کے وہ سیدھے ہوئے۔

''تم کب سے یہاں کھڑے ہو؟'' شہزادی نے ماتھے پہ بل ڈال کے پوچھا۔

''چار دن سے' شہزادی۔ جب سے آپ گئی تھیں' مراد راجہ نے حکم دیا تھا کہ ہم یہیں آپ کا انتظار کریں۔ انہوں نے کہا تھا کہ آج آپ واپس آجائیں گی۔''

سپاہی نے ادب سے اطلاع دی۔ تالیہ نے مڑ کے اسے دیکھا جو برآمدے میں کھڑا' سینے پہ بازو لپیٹے تندہی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پیچھے ایڈم گھوم پھر کے گھر کا جائزہ لے رہا تھا۔

شہزادی مسکرائی۔ ''مجھے اب جانا چاہیے' غلام فاتح۔ مجھے اپنی شادی کی تیاری کرنی ہے۔''

وان فاتح کے ماتھے پہ بل پڑے۔

''تم سلطان سے شادی نہیں کر سکتیں۔''

شہزادی نے ابرو اٹھایا۔

''واچ می۔'' اور پھر وہ مڑ گئی۔

قطار صورت کھڑے سپاہی اطراف میں ہٹتے گئے۔ تالیہ مراد ان کے درمیان سے گزرتی' فخر سے سر اٹھائے' قدم اٹھا رہی تھی۔

سورج تیز تھا اور دن کی روشنی میں وہ بنا کسی خوف کے اپنی شاہی سواری کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اسے یہاں کوئی گرفتار نہیں کر سکتا تھا۔ اسے یہاں کی عوام چور یا قاتل کے طور پہ نہیں جانتی تھی۔

وہ آزاد تھی۔

ایک اعلیٰ عہدیدار وردی میں ملبوس بگھی کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ اس تک رکی اور تحکم سے بولی۔

''میرے محل پہنچنے سے پہلے بابا کو اطلاع مل جانی چاہیے کہ میں آگئی ہوں۔ اس کے علاوہ....'' وہ رکی۔ ''ابوالخیر سے کہو وہ رات کا کھانا میرے اور بابا کے ساتھ کھائے گا۔ مجھے اس سے بات کرنی ہے۔'' سپاٹ چہرے کے ساتھ حکم جاری کیا اور بگھی میں سوار ہوگئی۔ سپاہی نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔ گھوڑے بگھی کو کھینچتے آگے قدم بڑھانے لگے۔

''مجھے بھی ان کے ساتھ جانا چاہیے۔'' شاہی مورخ نے ایک معذرتی نظر اس پہ ڈالی اور ان کے پیچھے لپکا۔

چوکھٹ پہ کھڑے وان فاتح نے خاموشی سے ان دونوں کو جاتے دیکھا تھا۔